بچّوں کا اَدب

بچّوں کی کہانیوں کا مجموعہ

اَپسرا
کی واپسی

مصنف

م۔ن۔انصاری

www.urduchannel.in

جملہ حقوق بحق مصنف

کتاب کا نام	:	اَپسرا کی واپسی
مصنف	:	م۔ن۔انصاری
ترتیب وتہذیب	:	محمد جاوید انصاری
سنِ اِشاعت	:	٢٠١٧ء
صفحات	:	١١٢
قیمت	:	٨٠۔روپے
تعدادِ اِشاعت	:	٥٠٠
ناشر	:	مصنف
طباعت	:	ہمدم پریس، سردار نگر، مالیگاؤں

سرورق ٹائٹل اور اندرونی صفحات کی تصاویر : مصنف

کمپوزنگ	:	محمد عُمر انصاری
فون نمبر مصنف	:	09028131737

پتہ: 369/8، اِسلام پوُرہ، مالیگاؤں، ضلع ناشِک، مہاراشٹر (انڈیا) 423203

یہ کتاب ’قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان‘ نئی دہلی، کے مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے نیز شائع شدہ مواد سے اُردو کونسل کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

پیش لفظ

بچّوں کا اَدب ہو یا بڑوں کا اَدب، اس میں دوُسری خوبیوں کے ساتھ ہی ساتھ فرحت آفرینی کا وصف ہونا لازمی ہے۔ اَدب پارے کے مطالعے سے دِل میں طمانیت اور آسوُدگی محسوس ہونی چاہیے، نہ یہ کہ طبیعت بوجھل اور مکدر ہو جائے۔ اَدب پارہ حوصلوں اور اُمنگوں کو جِلا دینے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ مایوس اور پژمردہ کرنے کے لئے۔

کہانی بچّوں کو مسرّت بہم پہنچانے کا سامان کرتی ہے اور اس کے ساتھ ہی اگر اُس میں عبرت اَنگیزی، سبق آموزی، اقدار کی تعلیم وغیرہ کا پہلو بھی پایا جاتا ہو تو اُس کا خیر مقدم ہے لیکن اگر ایسا نہ بھی ہو، کہانی خالصتاً تفریحی ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں اور بچّوں کے اَدب میں تو تفریح اور دِلچسپی کو ترجیح ہونی ہی چاہیے تاکہ وہ مطالعے کی طرف راغب ہوں۔

میری تمنّا ہے کہ جب تک یہ بچّے آلامِ روزگار سے دوچار نہیں ہیں، اُس وقت تک کے لئے اُنھیں ایک آزاد اور خوش گوار فِضا میں سانس لینے کا موقع میسّر رہے اور مَیں اِس بات کو یقینی بنانے میں دِلچسپی رکھتا ہوُں کہ بچّوں کو دُنیا میں جنّت کی سیر کرائی جائے۔ ابھی اُن کے ہنسنے کھیلنے کے دِن ہیں۔ پھر جب وہ بڑے ہوں گے اُس وقت جو رہے گا سو رہے گا۔

بچّوں کے اَدب کے بارے میں اَدبی دُنیا میں مختلف خیال اور نظریے پائے جاتے ہیں۔ مَیں اُن نظریات کا ذِکر نہیں کروں گا لیکن مَیں اِس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ابھی سے بچّوں کو ُحالاتِ حاضرہ اور احساسِ ذِمّہ داری‘ کی گتھّی میں اُلجھایا جائے اور اِس طرح اُنھیں ذہنی تناوُ کا شکار بنا کر رکھ دِیا جائے؛ مَیں اِس کا بھی قائل نہیں ہوں کہ ترقّی کی ہوڑ میں سائنس جغرافیہ، حساب یا ہندسے کے کلّیے ٹھونس کر جیسے تیسے کہانی بنا دی جائے۔ ہاں کہانی کو کہانی کی طرح بُنا جائے اور اُس وقت آپ سے آپ ایسی کوئی بات بن جاتی ہو تو قابلِ قبوُل ہے۔

www.urduchannel.in

بچپن کی عمر میں بچّے کبھی کبھی مروّجہ درسی سرگرمیوں سے ہٹ کر ایک قِسم کے سحر اَنگیز ماحول میں کھو جانا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے وہ اپنے اُستاد سے یا اپنے گھر کے بڑوں سے کہانی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اُس وقت ہم اگر اپنے شہر کا، سڑک کا، اسکول کا یا اَسپتال کا قصّہ چھیڑ بیٹھیں تو بچّے اُس سے بیزاری محسوس کرتے ہیں۔

اس کی بجائے اگر ہم دیو، پَری، جِن، جادونگری، جنگل اور جانوروں کے عجیب و غریب، ناقابلِ یقین اور ہوش رُبا قصّے چھیڑ دیں تو بچّے خوشی کے مارے اُچھل اُچھل پڑتے ہیں۔ وہ اُس عجیب و غریب ماحول میں اپنے آپ کو موجود محسوس کرتے ہیں اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے کہانی سُنانے والے کو دیکھتے ہوتے ہیں۔

بچّوں کی نفسیات ہی کچھ ایسی ہے اور اُن کا یہ رویّہ اُن کی جمالیاتی حِس کے قوی ہونے کی دلیل ہے۔ یہ بچّوں کی جبلّت کا فطری تقاضا ہوتا ہے جو کبھی کبھی اُن کے بوجھل ذہنوں کو تازگی اور شگفتگی فراہم کرنے کے لئے اُنھیں کہانی کے مطالبے پر آمادہ کرتا ہے۔ ایسے وقت بڑوں کو بچّوں کے دِل میں گھس کر کہانی سُنانی پڑتی ہے؛ اب اِس پر یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ ُکہانی سُنانا بھی ایک فن ہے جو ہر کسی کے بس کا روگ نہیں ہے‘۔

ہمارے شہر میں اَدارۂ نثری اَدب، اِنٹرنیشنل اَفسانچہ فاؤنڈیشن، اَنجمن ترقی پسند مصنفین اور دیگر انجمنیں اَدبی محفلوں کا اِنعقاد کرتی ہیں۔ وہاں مَیں اپنی یہ طبع زاد کہانیاں اَربابِ فکر و فن کے حضور پیش کرتا رہتا ہوُں۔ وہاں مَیں اُن سے داد بھی وصول کرتا رہتا ہوُں اور مشورے بھی۔ مَیں اپنے بزرگوں، دوستوں، ہمدردوں نیز ُاُردو کونسل نئ دہلی‘ کا شکر گزار ہوُں جن کی نظرِ عنایت سے یہ کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچی ہے۔

مصنف

فہرست

۱۔ پارس کا خواب 6
۲۔ کوہِ قاف کی شہزادی 10
۳۔ شرارت کا اِنعام 15
۴۔ جل پری کا اِنتقام 22
۵۔ طلسماتی جزیرہ 26
۶۔ جیسی نیت ویسی برکت 33
۷۔ جنت کا پھاٹک 35
۸۔ سلطنت کا جانشین 38
۹۔ مَیں نے شیطان کو دیکھا ہے 43
۱۰۔ جنگل کی گڑیا 46
۱۱۔ بد اچھا بدنام برا 53
۱۲۔ سنہری چڑیا 59
۱۳۔ شریر لڑکا 64
۱۴۔ بجلی کی سہیلی 68
۱۵۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے 72
۱۶۔ جنگل کی شہریت 85
۱۷۔ اپنے پاؤں پہ کلہاڑی 94
۱۸۔ اَپسرا کی واپسی 97

www.urduchannel.in

پارس کا خواب

عموگا ایک غریب لکڑہارا تھا۔ وہ خدا سے دُعا مانگا کرتا تھا کہ اِتنی دَولت اُس کے ہاتھ آ جائے جتنی حضرت سلیمانؑ نبی کے پاس تھی، یا پھر اُسے پارس پتھّر مِل جائے؛ وہ پارس پتھّر کی مدد سے خوُب سونا بنائے اور اِس طرح وہ دُنیا کا سب سے امیر آدمی بن جائے۔

ایک رات اُس نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ... ’ پوُنَم کی رات ہے اور وہ جھپوڑا کے جنگل میں چلا جا رہا ہے۔ جنگل میں ایک جگہ چاندی کا ایک درخت ہے۔ اُس درخت کی کھوہ میں ایک تھیلی رکھی ہوئی ہے جس میں سونے کی اشرفیاں بھری ہوئی ہیں۔...‘

اُس کی آنکھ کھُلی تو وہ سوچنے لگا: ’مَیں اِس خواب کا پیچھا کروُں گا اور اب کی پوُنَم کی رات مَیں جھپوڑا کے جنگل میں ضروُر جاؤں گا۔‘

پھر چند دِنوں کے بعد جب پوُرے چاند کی رات آئی، بس عموگا نہا دھو کر تیّار ہوُا اور جھپوڑا کے جنگل کی طرف چل پڑا۔ جب وہ جنگل کے بیچ میں پہنچا تو سچ مُچ وہاں اُسے

چاندی کا درخت دِکھائی دِیا۔ جب وہ اُس درخت کے نزدیک پہنچا تو اُس درخت کی کھوہ میں سچ مُچ اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی نظر آئی جیسی اُس نے خواب میں دیکھی تھی۔

اب عموگا کی خوشی کا کیا پوُچھنا، اُس نے آگے بڑھ کر اشرفیوں کی تھیلی اُٹھالی اور واپس چلنے کو ہُوا۔ اِتنے میں درخت پر سے ایک رعب دار آواز سُنائی دی:

''رُک جاؤ اور سنو!'' عموگا رُک گیا اور اُس نے پلٹ کر دیکھا کہ درخت پر ایک نوجوان لڑکا بیٹھا ہُوا ہے۔ اِنتہائی خوُب صوُرت نوجوان، جیسا کہانیوں کا شہزادہ ہُوا کرتا ہے، یا پھر فرشتہ...عموگا اُس نوجوان کو دیکھ کر ہکّا بکّا رہ گیا۔ اُس نوجوان نے آگے کہنا شروُع کِیا:

''تم اشرفیوں کی اِس تھیلی کو لے کر ضروُر جاؤ لیکن اِن اشرفیوں کو غریبوں میں تقسیم کرنا ہوگا۔ البتّہ اِس بات کا خیال رہے کہ تم اَشرفیوں کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔ بلکہ اِس تھیلی کو اُن کے آگے کر دینا؛ ضروُرت مند جتنی چاہے اُتنی اشرفیاں اپنے ہاتھ سے لے لے گا۔ غریبوں میں بانٹتے بانٹتے جب یہ تھیلی خالی ہو جائے تو تم میرے پاس آنا۔ اُس وقت مَیں تمھیں پارس پتھّر دوُں گا۔ پارس پتھّر جس کا تم خواب دیکھتے آئے ہو۔ مگر دھیان رکھنا؛ تم اشرفیوں کو ہاتھ مت لگانا، اُنھیں گِننے مت بیٹھنا، تھیلی اُلٹ کر اشرفیاں مت نکالنا اور اشرفیاں اپنے گھر لے کر مت جانا۔''

'' مَیں ضروُر ایسا ہی کروُں گا جیسا کہ تم نے کہا۔''

''اِتنا کہہ کر عموگا جب جانے لگا تو اُس نوجوان نے پھر اُسے ٹوکا:

''اور ہاں سنو! آج کے بعد تم جھوُٹ نہیں بولو گے تب پارس پتھّر تمھیں مِلے گا۔''

عموگا سوچنے لگا: 'مجھے پارس پتھّر چاہیے، اِس کے لئے مجھے اِن ساری اشرفیوں کو غریبوں میں بانٹ دینا ہوگا، پھر یہاں آ کر سچ سچ بتا دینا ہوگا۔'

www.urduchannel.in

اب صبح ہو چلی تھی اور عموگا وہاں سے واپس ہو رہا تھا۔ راستے میں ہی اُسے بہت سے غریب لوگ مِلتے گئے۔ عموگا اشرفیوں کی تھیلی ہر ایک کے آگے کرتا جاتا تھا اور وہ ایک کے بعد ایک کر کے اپنے حصّے کی اشرفیاں لیتے جاتے۔ وہ تھیلی میں ہاتھ ڈالتے اور اُس میں سے اشرفیاں لے کر چلتے جاتے تھے۔ پھر عموگا بستی میں داخل ہُوا۔ وہاں بھی بہت سے محتاج اور ضروُرت مند مِلے جنھوں نے اپنے اپنے ہاتھ سے اشرفیاں لیں اور چلتے بنے۔

لیکن عموگا کو اِس بات پر سخت حیرت ہوئی کہ اشرفیوں کی تھیلی کسی صوُرت خالی نہیں ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ اشرفیاں بانٹتے بانٹتے شام ہو گئی اور عموگا تھک کر چوُر ہو گیا لیکن اشرفیوں کی تھیلی تھی کہ خالی ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

' مَیں سوچ رہا ہوُں کہ کسی طرح یہ تھیلی خالی ہو جائے تو مَیں جا کر یہ تھیلی اُس نوجوان لڑکے کو دے دوُں تاکہ وہ مجھے پارس پتھّر دے دے۔'

رات کے وقت عموگا تھیلی لے کر اپنے گھر پہنچا۔ اُس نے گھر میں سے پیتل کی ایک ہانڈی لے کر سامنے رکھی اور اشرفیوں کی تھیلی اُس میں اُلٹ دی مگر ہانڈی میں اشرفیاں نہیں

گر ہیں جیسے وہ تھیلی کے پیندے میں چپک کر رہ گئی ہوں۔عموگا نے پھر اپنے ہاتھ سے اشرفیاں نکال نکال کر ہانڈی میں ڈالیں اور ہانڈی پر ڈھکّن ڈھانک دِیا۔پھر وہ خالی تھیلی لے کر واپس جھپوڈا کے جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔

جنگل کی طرف چلتے چلتے وہ سوچ رہا تھا...' میَں جا کر کہہ دوٗں گا...
'ہاں میَں نے اشرفیاں غریبوں میں بانٹ دی ہیں اور یہ خالی تھیلی لے کر واپس آیا ہوں۔'

پھر جب وہ جنگل کے بیچ میں پہنچا تو اُس جگہ جہاں اُس نے چاندی کا درخت دیکھا تھا، وہاں اب وہ درخت موجوٗد نہیں تھا اور وہاں اُس نوجوان لڑکے کا بھی کچھ پتہ نہیں تھا۔عموگا سخت حیران ہُوا۔وہ بڑی دیر تک جنگل میں اِدھر اُدھر سر ٹکراتا پھرا مگر کچھ حاصل نہ ہُوا۔

عموگا وہاں سے نامُراد واپس پلٹا۔جب وہ اپنے گھر پر آیا۔اُس نے تھیلی اپنے بازوٗ میں رکھ دی اور ہانڈی کا ڈھکّن کھولا تو وہ اشرفیاں بھی ہانڈی میں نہیں تھیں جو اُس نے رکھ چھوڑی تھیں۔اب جو پلٹ کر دیکھتا ہے تو وہ تھیلی بھی غائب ہے جو اُس نے بازوٗ میں رکھی تھی۔

www.urduchannel.in

کوہِ قاف کی شہزادی

پُرانے زمانے میں کوہِ قاف پرَیوں کا مَسکن تھا۔کوہِ قاف کے دامن میں ایک خوٗب گھنا اور خوٗب صوٗرت جنگل تھا۔جنگل کے مناظر جتنے خوٗب صوٗرت تھے اُتنے ہی خوٗب صوٗرت وہاں کے چرِند و پرِند بھی تھے۔اِس وجہ سے یہ عِلاقہ بہارِستان کہلاتا تھا۔بہارِستان کی شان اُس وقت اور بڑھ جاتی جب بہار کا موسم ہوتا۔جب آسمان پر کالے کالے بادل چھا جایا کرتے، اُس وقت جنگل میں مور اَپنے پَر پھیلا کر ناچنا شروٗع کر دیتا؛ جنگل کے جانور مور کا ناچ دیکھنے کے لئے دَوڑ کر چلے آتے۔وہ اُس کا ناچ دیکھتے اور خوش ہوتے تھے۔

بَہار کے موسم کا ہی ذِکر ہے۔ایک مرتبہ مور ناچ رہا تھا اور جنگل کے چرِند و پرِند اُس کا ناچ دیکھ رہے تھے۔اُس وقت مور نے مورنی سے یوٗں ہی کہہ دِیا:

''آ توٗ بھی میرے ساتھ مِل کر ناچ۔''

بس اِتنی سی بات پر مورنی آگ بگولا ہوگئی اور اُس نے مور سے بات چیت بند کردی۔ اُس کے بعد مور نے مورنی کو مَنانے کا بہت جتن کِیا مگر مورنی نہ مانی اور مور سے روٹھی ہی رہی۔

ایک دفعہ کی بات ہے۔ کوہِ قاف کی شہزادی، جس کا نام نغمہ پَری تھا، وہ بہارِستان کی سیر کو نکلی۔ اُس کے ساتھ اُس کی سہیلیاں بھی تھیں۔ یہ تمام سہیلیاں تو آپس میں ہنستی بولتی رہتی تھیں؛ فقط نغمہ پَری یعنی پَریوں کی شہزادی نہ ہنستی تھی اور نہ بولتی تھی۔ اُس کا ایک عجیب قِصّہ تھا۔

جب وہ پیدا ہوئی تھی، اُس وقت نجومیوں نے اُس کے بارے میں کہا تھا کہ بڑی ہونے کے بعد شہزادی بہت اچھا گیت گایا کرے گی۔ اِسی لئے ماں باپ نے اُس کا نام نغمہ پَری رکھ دِیا تھا۔ شہزادی اب کافی بڑی ہوگئی تھی لیکن گیت گانا تو درکِنار، وہ بولتی چالتی بھی نہیں تھی، البتّہ وہ روتی بھی نہیں تھی۔ وہ دُوسری پَریوں کے ساتھ سیر سَپاٹے کو نکلتی تھی۔ قُدرتی مناظر کا نظارہ کرتی، جانوروں اور پَرندوں کو وہ بڑے شوق سے اور بڑی حیَرت سے دیکھتی رہتی تھی مگر اِن چیزوں کے بارے میں وہ کچھ بولتی نہیں تھی۔ ماں باپ نے اُس کا عِلاج کروانا چاہا مگر حکیموں کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ اِتنی خوب صورت پَری آخر بولتی چالتی کیوں نہیں۔

شہزادی کے ماں باپ نے نجومیوں سے اِس بارے میں پھر پوچھا تو نجومیوں نے پھر اپنی وہی بات دُہرائی کہ ’کچھ دِنوں کے بعد شہزادی بات چیت کرنے لگے گی اور وہ بہت اچھے گیت بھی سُنایا کرے گی۔‘

آج کے دِن جب جنگل میں شہزادی اور اُس کی ساتھی پَریوں نے قیام کِیا، اُسی وقت آسمان میں بادل گھِر آئے۔ جب بادل گھِر آتے ہیں تو مور ناچنے کے لئے بے چین ہو جاتا ہے۔ مور اور مورنی وہیں قریب کے ایک درخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مور نے

www.urduchannel.in

درخت پر سے زمین پر چھلانگ لگائی، اُس نے اپنے پَر پھیلائے اور ناچنا شرُوع کر دیا۔

اُس زمانے میں مور کے سَر پر تاج نہیں ہوتا تھا اور اُس کے پنکھ پر ایسے رنگ برنگے ہیرے بھی نہیں ہُوا کرتے تھے۔ پھر بھی جنگل کے جانور اور پرِندے مور کا ناچ بڑے شوق سے دیکھا کرتے تھے۔

مور کا ناچ دیکھ کر پَریاں بہت خوش ہوگئیں؛ وہ ہنسنے اور قہقہے لگانے لگیں۔ شہزادی بھی بڑی حیَرت سے مور کا ناچ دیکھ رہی تھی۔ وہ مور کا ناچ دیکھنے میں اِتنی مگن ہوگئی کہ اُس

کے چہرے سے خوشی کی کِرنیں پھُوٹنے لگیں اور مارے خوشی کے وہ تالی بجانے لگی۔ جیسے جیسے مور ناچتا، ویسے ویسے وہ تالی بجاتی جاتی۔ پَر اُس کی تالی کی آواز بڑی سُہانی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے جھانجھ بج رہا ہو۔ شہزادی کی سکھیاں حیَرت سے پلکیں جھپکانے لگیں کیوں کہ شہزادی نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ تالی بجائی تھی؛ اور پھر وہ تالی بھی کیسی، چھم چھم کی سُہانی آواز والی

اب یہ حال ہوا کہ مور تالی کی جھانجھ پر ناچنے لگا۔ اِدھر شہزادی کی تالی کا چھم چھم بجنا، اُدھر تالی کی چھم چھم پر مور کا جھوُم جھوُم کر ناچنا۔ دونوں چیزوں کے تال میل سے ایسا سماں

بندھ گیا اور ایسی دھوُم مچی کہ جنگل میں منگل ہو گیا۔

لیکن مور کو اِس بات کی خبر نہیں تھی کہ جس جگہ اُس نے اپنے ناچ کی اوُدھم مچا رکھی ہے' اُس جگہ زمین کے نیچے ایک ناگ رہتا ہے۔ مور کی اُچھل کوُد کی دھمک سے ناگ کی بِل میں مٹّی گر رہی تھی جس کی وجہ سے ناگ بُری طرح کھِسیا گیا تھا۔

اُدھر درخت کی شاخ پر مورنی' جو ناچنے کی بات پر سے ہی مور سے پھوُلی بیٹھی تھی، مور کے ناچ کی دھوُم دھام اُس سے دیکھی نہیں جا رہی تھی، وہ تلملا اُٹھی۔ مورنی نے درخت پر سے چھلانگ لگائی؛ اُڑ کر سیدھی مور کی پیٹھ پر آئی اور اُس کے سَر پر اپنی چونچ سے ٹھونگیں مارنے لگی؛ اپنی جلن اُتارنے لگی۔

مورنی کی اِس حرکت پر شہزادی ایک دَم کھِلکھِلا کر ہنس پڑی اور اپنی جگہ سے اُچھل پڑی۔ شہزادی اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ ہنسی تھی۔ اُس کے اِس طرح ہنسنے سے اُس کے مُنہ میں سے بہت سے ہیرے نکل پڑے اور وہ ہیرے مور کے پنکھ پر جا کر چِپک گئے۔ اِتّفاق سے اُسی وقت زمین میں سے ناگ بھی اُچھل کر باہر نکل آیا تھا۔ وہ مور سے لڑنے کے لئے

www.urduchannel.in

باہر نکلا تھا۔ وہ بڑے غصّے میں تھا اور اُس نے اپنا پھَن پھیلا رکھا تھا۔ شہزادی کے مُنہ میں سے نکلے ہوئے ہیروں میں سے دو ہیرے اُس کی گردن پر بھی جا کر چپک گئے۔

اپنے دِل کی بھڑاس نکال لینے کے بعد مورنی تو دوُر جا کھڑی ہوئی تھی مگر اب بھی وہ غُصّے میں ہی تھی۔ اِدھر مور اور سانپ کی آپس میں لڑائی شروُع ہو گئی۔ مور نے ناچنا بند کر دِیا اور سانپ سے بھِڑ گیا؛ دونوں کی جنگ چل پڑی۔ شہزادی دَوڑ پڑی اور اُس نے دَوڑ کر مور کو اپنی گود میں اُٹھا لیا۔ سانپ واپس اپنی بِل کی طرف مُڑا۔ جاتے جاتے اُس نے پلٹ کر مور کی طرف ایسے دیکھا' جیسے کہہ رہا ہو...' جا جا! میَں تجھے بعد میں دیکھ لوُں گا۔'

شہزادی نے مور کے سَر پر ہاتھ پھیرا۔ شہزادی کے اِس طرح ہاتھ پھیرنے سے مور کے سَر کا زخم بھر گیا اور اُس جگہ تاج اُگ آیا جہاں مورنی نے ٹھونگیں ماری تھیں۔ بس پھر شہزادی نے بڑھ کر مورنی کو بھی اپنی گود میں اُٹھا لیا۔ شہزادی مور اور مورنی دونوں کی پیٹھ سہلاتی جاتی تھی اور ہنس ہنس کر دونوں کو سمجھاتی جاتی تھی کہ 'اِس طرح آپس میں مار کٹائی اچھی بات نہیں ہے۔ مِل جُل کر رہنا سیکھو اور ہنس بول کر زِندگی بسر کرو۔'

شہزادی کی سہیلیاں حیرت اور خوشی کے مارے اُچھل اُچھل پڑتی تھیں کہ اب شہزادی ہنسنے بولنے لگ گئی ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ شہزادی بہت اچھے گیت بھی گانے لگی ہے

شرارت کا اِنعام

شورہ ایک کسان کی لڑکی تھی۔ اُسے باغبانی کا بہت شوق تھا۔ اُس کے کھیت سے لگ کر ایک پہاڑی نالا بہتا تھا۔ شورہ نے نالے کی مُنڈیر کے دونوں طرف رنگین پھوٗلوں کی جھاڑیاں اُگا رکھی تھیں۔ اِتنے پر اُس کا جی نہیں بھرا۔ نالے کے اُس پار بنجر زمین تھی، اُس بنجر زمین پر بھی اُس نے بڑی محنت کر ڈالی۔ اُس پار کے علاقے کو بھی اُس نے رنگین پھوٗلوں اور خوش نما جھاڑیوں سے آراستہ کر دیا تھا۔ اِس طرح شورہ کے کھیت سے لے کر بڑی دوٗر تک کا علاقہ باغ و بہار بن گیا تھا۔

اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ بہت سے مُسافر، سوداگر اور سَیلانی قِسم کے لوگ اس جگہ آ کر قیام کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اُس سلطنت کا بادشاہ سیَر و شکار کے لئے جب کبھی اِس علاقے میں آتا تو وہ بھی اُسی چمن زار میں آ کر رُکتا جسے شورہ نے بڑی محنت سے سجایا تھا۔

باغبانی کے علاوہ شورہ نے ایک اور شوق بھی پال رکھا تھا' وہ تھا شرارت کرنا۔ اُس کی رگ رگ میں شرارت بھری ہوئی تھی۔ جو مُسافر اُس کے علاقے میں آ کر ٹھہرتے تھے، اُن مُسافروں کے ساتھ وہ اکثر طرح طرح کی شرارت کِیا کرتی تھی اور اُن مُسافروں کو اِس بات کا پتہ نہیں چل پاتا تھا کہ یہ شرارت کس نے کی ہے۔ اب شورہ کا دھیان تھا کہ بادشاہ سلامت کو ستایا جائے، تب مزہ آئے۔

ایک دفعہ کی بات ہے۔ بادشاہ شکار کے لئے اُس علاقے میں آیا اور اُس نے شورہ کے باغ میں قیام کِیا۔ بادشاہ اور اُس کے مصاحب پاس کے پہاڑی نالے میں اُتر کر نہانے

www.urduchannel.in

دھونے لگ گئے۔ بادشاہ کے نوکر چاکر اُسی جگہ رُکے رہے جہاں اِس قافلے کا سامان تھا۔ اُن نوکروں نے پرندے پکڑنے کے لئے جال بچھایا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں تیتروں کی فوج آئی اور دانہ چُگنے لگی۔ اِس طرح بہت سے تیتر جال میں پھنس گئے۔

نوکروں نے تیتروں کو ذبح کِیا۔ اُن کے پَر وغیرہ نوچ کر اُنھیں تیّار کِیا تا کہ اُن کا شوربہ بنایا جا سکے اور سارے لوگ مِل کر تیتر کا شوربہ کھائیں۔

شورہ نے دیکھا کہ نالے کی پتھریلی چٹان کے پیچھے تیتروں کے بے شمار پَر پڑے ہوئے ہیں۔ اُسے شرارت سوٗجھی۔ اُسے یاد آیا کہ اُس کے کھیت کے آخری سِرے پر جو بڑا سا درخت ہے، اُس درخت پر رات میں سینکڑوں کوّے آ کر قیام کرتے ہیں۔ اُن کوّوں کے پَر اُس درخت کے نیچے پڑے رہتے ہیں۔ بس پھر شورہ دَوڑی دَوڑی گئی اور کوّوں کے بہت سے پَر بٹور کر لے آئی۔ اُس نے پتھریلی چٹان کے نیچے سے تیتروں کے سارے پَر ہٹا لِیے اور اُن کی جگہ کوّوں کے پَر بکھیر دِیے۔

بادشاہ اور اُس کے مصاحب نہا دھو کر واپس اپنی جگہ پر آئے۔ بادشاہ کے خدمت

گا رتیتر پکانے کے اِنتظام میں لگے ہوئے تھے۔تھوڑی دیر بعد بادشاہ کا وزیر کسی حاجت سے نالے کی چٹان کے پیچھے چلا گیا۔وہاں اُس نے کوّوں کے پَر بکھرے ہوئے دیکھے۔اُس کا ماتھا ٹھنکا۔وہ تیوریاں چڑھائے ہوئے واپس آیا اور نوکروں سے سوال کِیا کہ اُنھوں نے تیتر کے پَر کہاں پھینکے تھے۔نوکروں نے بڑے بھولپن سے اُسی چٹان کی طرف اِشارہ کر دِیا جہاں کوّوں کے پَر بکھرے پڑے تھے۔اب تو وزیر کے غصّے کی اِنتہا نہ رہی:

''بدمعاشو! تم ہمیں کوّوں کا گوشت کِھلانا چاہتے ہو، کوّوں کا؟''

بس پھر بادشاہ، اُس کے مصاحبین اور نوکر چاکر سبھی اُٹھ کر وزیر کے پیچھے ہو لیے اور کوّوں کے پَر دیکھنے کے لئے نالے کی پتھریلی چٹان کے پاس جا پہنچے۔

اِدھر شورہ کو یاد آیا کہ ایک مرا ہُوا کوّا ابھی اُس درخت کے پاس پڑا ہُوا ہے وہ جھٹ پھر دَوڑ کر گئی اور وہ مرا ہُوا کوّا اُٹھا لے آئی۔جھاڑ جھنکاڑ کی آڑ لیتی ہوئی آئی اور مرے ہوئے کوّے کو اُس دیگچی سے تھوڑے فاصلے پر پھینک دِیا جو شوربہ بنانے کے لئے رکھی ہوئی تھی۔

بادشاہ اور اُس کے ساتھی جب کوّوں کے پَر دیکھ کر واپس ہوئے تو اُنھوں نے دیگچی سے پرے ایک مرا ہُوا کوّا پڑا دیکھا۔محل پہنچنے کے بعد نوکروں کا کیا حشر ہونا ہے' یہ تو شورہ کو نہیں جان پڑا، البتّہ تھوڑی دیر بعد اُس نے دیکھا کہ ذبح کِیے ہوئے سارے تیتر اُس جگہ لا کر پھینک دِیے گئے ہیں جہاں کوّوں کے پَر پڑے ہوئے تھے۔

اُس دِن شورہ نے اپنے گھر پر تیتروں کا شوربہ بنایا۔سارے گھر نے خوب جم کر کھایا۔شورہ نے اَڑوس پڑوس کے کسانوں کے یہاں بھی تیتروں کا شوربہ پہنچایا۔

کچھ دِنوں کے بعد بادشاہ پھر اُسی علاقے میں آ کر ٹھہرا۔شورہ خاموشی سے گئی اور بادشاہ کے گھوڑے کے آگے ایک ایسی گھاس لا کر ڈال دی جسے کھانے کے بعد جانوروں پر نشہ طاری

www.urduchannel.in

ہو جاتا تھا۔اُوپری علاقے کے پہاڑی جنگل میں وہ گھاس کہیں کہیں پائی جاتی تھی۔آج وہ گھاس شورہ کے لئے شرارت کا سامان بن گئی۔

جب بادشاہ شکار کے لئے چلنے کو اُٹھا تو گھوڑا اپنی جگہ اَڑ گیا۔اُس نے بادشاہ کو اپنی پیٹھ پر سوار ہونے نہ دِیا اور سَرکشی پر آمادہ ہو گیا۔بادشاہ کے ساتھیوں نے بھی گھوڑے کو رام کرنے کی بہت کوشش کی لیکن گھوڑا تو نشے میں تھا؛ وہ کیوں کر مانتا! حالاں کہ شکار پر جانے کے لئے اور بھی گھوڑے تھے لیکن اِتنی دیر میں بادشاہ کی طبیعت شکار کی طرف سے پھر گئی اور وہ جنگل کی طرف جانے کی بجائے اپنے محل کی طرف رَوانہ ہو گیا۔

کچھ دِنوں کے بعد پھر ایک مرتبہ بادشاہ اپنے لوگوں کے ساتھ آیا اور اُسی باغ میں آ کر رُکا۔شورہ نے اپنے گھر کی اُوپری منزل پر سے اُنھیں دیکھا۔اپنی پچھلی شرارتیں یاد کر کے وہ مُسکرائی اور وہیں کھڑکی سے جھانک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی کہ آج کون سا معرکہ سَرانجام دِیا جائے۔دیکھتے دیکھتے وہ اچانک چونک پڑی۔نالے کی کِنار پر بڑے درخت سے آگے اُسے پانچ آدمی دِکھائی دِیے جو جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے اور اُن کا رُخ بادشاہ کی طرف تھا۔

’’ضرور یہ کسی دُشمن کے جاسوس ہیں اور بادشاہ سلامت کو کوئی نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔‘‘

اُن جاسوسوں کو دیکھ کر شورہ بے چین ہوگئی۔ وہ فوراً اُوپر سے نیچے اُتری اور نالے کی طرف بڑھی۔ چلتے چلتے وہ سوچتی جارہی تھی کہ... ’کسی طرح بادشاہ سلامت کو خبر بھی ہو جائے اور دُشمنوں کو مجھ پر کوئی شک بھی نہ گزرے۔‘

اِتنے میں اُس نے دیکھا کہ بادشاہ کسی حاجت سے نالے کی ڈھلان میں اُتر رہا ہے۔ بادشاہ کو آگاہ کرنے کا اِس سے اچھّا موقع کب مِلنے والا تھا۔ اُس نے اپنے پیچھے ایک کُتّے کے بھونکنے کی آواز سُنی جو بادشاہ کو دیکھ کر بھونک رہا تھا۔ بس پھر شورہ وہاں سے بادشاہ کی طرف ایسے دَوڑ پڑی جیسے کُتّے سے ڈر کر بھاگ رہی ہو۔ وہ بادشاہ کے پاس پہنچی اور اُس کے پیچھے چھُپ کر کُتّے کی طرف اِشارہ کِیا جو اَب بھی بھونکے جارہا تھا۔

اِس کے ساتھ ہی وہ پھُس پھُساتی ہوئی آواز میں بادشاہ کو آگاہ کرنے لگی اور بولی کہ ’کچھ دیر پہلے وہاں بڑے درخت کے اُس طرف پانچ آدمی چھُپے ہوئے تھے۔ خُدا آپ کا سایہ ہم پر سلامت رکھے؛ مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ جہاں پناہ کو کوئی نُقصان پہنچانا چاہتے ہیں...‘ شورہ نے کچھ سوچا اور پھر بولنے لگی... ’وہ دیکھیے، وہ میرا گھر ہے۔ مَیں گھر کی چھت پر جارہی ہوں اور اُن کی طرف پیٹھ کر کے بانس کے ذریعے اِشارہ کروں گی۔ وہ جہاں کہیں بھی ہوں گے، دھیان میں رکھیے گا، میرے بانس کا پچھلا سِرا اُن کی طرف رہے گا۔‘

اُدھر بادشاہ نے اپنے خاص سِپاہیوں کو خاموشی سے رَوانہ کِیا اور اِدھر شورہ نے اپنے مکان کی چھت پر سے بانس کا اِشارہ کِیا۔ بانس کا پچھلا سرا اُن پانچ آدمیوں کی طرف تھا۔ ذرا سی دیر میں وہ پانچوں جاسوس پکڑے گئے اور بادشاہ کے سامنے حاضر کر دِیے گئے۔

جیسے ہی ان پانچوں جاسوسوں کی بادشاہ کے سامنے پیشی ہوئی، ویسے ہی بادشاہ کا ایک مصاحب بھیڑ میں سے الگ سَرکا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ نکلا۔ بادشاہ کا وہ مصاحب سوچ رہا تھا کہ ’اب جان کی خیر نہیں... کیوں کہ وہ پانچوں قیدی میری غدّاری کا راز اُگل دینے والے ہیں۔‘

فرار کے لئے اُس غدّار نے اِتّفاق سے وہی راستہ اختیار کِیا جدھر شورہ کا گھر تھا۔ شورہ نے اپنے گھر کے آنگن میں سے اُسے دیکھا اور فوراً معاملہ بھانپ گئی کہ

’یہ آدمی غدّار ہے، یہ بادشاہ کے دشمنوں کا ساتھی ہے اور اَب یہ نکل کر بھاگا جارہا ہے۔‘

شورہ نے اپنے آنگن میں پڑی ہوئی ایک رسّی اُٹھائی اور اُس کے گھوڑے کے آگے اِس طرح اُچھال دی کہ وہ رسّی گھوڑے کے اگلے پیَروں میں جا کر گُتھ گئی اور اُس بھگوڑے غدّار کا گھوڑا اَوندھے مُنہ گر پڑا، اُس کے ساتھ ہی وہ غدّار بھی بُری طرح گرا۔ اِتنے میں بادشاہ کے سِپاہی وہاں آن پہنچے اور اُسے گرفتار کرلیا۔

بادشاہ شورہ کی حاضِر دماغی پر بے حد خوش تھا لیکن آج پھر وہ شکار کھیلے بغیر اپنے محل

www.urduchannel.in

واپس چلا گیا۔

پندرہ روز کے بعد بادشاہ اپنے چند مصاحبین کے ساتھ پھر آیا لیکن اب کی مرتبہ وہ سیدھا شورہ کے مکان پر آ کر اُترا۔ شورہ کے یہاں اپنے سَرکش گھوڑے کو دیکھ کر بادشاہ کچھ پل کے لئے ٹھِٹکا مگر پھر اُس نے شورہ کے ماں باپ کو بتلایا کہ 'شورہ کی وجہ سے وہ ایک بہت بڑی مصیبت سے بچ گیا ہے۔ اُس کی حکوٗمت کا تختہ پلٹنے کی سازِش رَچی جا رہی تھی جو بے نقاب ہو گئی اور رَفتہ رَفتہ سارے سازِشی لوگ پکڑے گئے ہیں۔'

تب شورہ نے اپنی پچھلی شرارتوں کا حال بادشاہ کو سُنایا۔ سُن کر بادشاہ پہلے تو ہنسا پھر کہنے لگا:

اُس دِن گھوڑے کا بِگڑ جانا، میری طبیعت کا شکار سے پھر جانا، اور میرا محل واپس چلا جانا... یہ سب میرے حق میں اچھّا ہی ہُوا۔ اُس دِن اگر مَیں شکار کے لئے جنگل میں قدم رکھتا تو اُسی دِن مارا جاتا۔ اُن سازِشی بدمعاشوں نے اُس دِن بھی میرے قتل کا منصوٗبہ بنا رکھا تھا یہ بات اُنہی قیدیوں کے ذریعے مجھے معلوٗم ہوئی۔"

پھر بادشاہ نے بہت سا زر و جواہر شورہ کے باپ کو عطا کِیا جس کی وجہ سے شورہ کا باپ اپنے علاقے کا بہت بڑا زمین دار بن گیا۔

www.urduchannel.in

جَل پَری کا اِنتقام

ژروبی جَل پَری کی بچّی تھی۔ وہ اپنی ماں جَل پَری سے بھی زیادہ خوٗب صوٗرت تھی۔ سنہرے چمکیلے سفنے، سفنوں پر رنگین چمک دار دھاریاں، ہیرے کے جیسی آنکھیں اور ریشم کے جیسے پنکھ۔ ژروبی کے جسم سے رنگ بِرنگ رَوشنی پھوٗٹتی رہتی تھی۔ سمندر کے پانی میں وہ جِدھر نکل جاتی اُدھر رنگینی چھا جاتی تھی اور ایک طرح کی بہار آ جاتی تھی۔

ژروبی اپنی ساتھی مچھلیوں کو ساتھ لے کر سمندر کی سیَر کو نکلا کرتی تھی لیکن کبھی کبھی وہ اکیلے ہی سیَر کے لئے نکل پڑتی تھی۔ وہ سمندر کے عجائبات دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی، نئے نئے مقام دیکھ کر آتی اور اُن کا حال اپنی سہیلیوں کو سُناتی تھی۔

ژروبی ایک دفعہ سمندر کی سیَر کو نکلی اور سیر کرتے کرتے کہیں دوٗر جا نکلی جہاں ایک بہت بڑا مگر مچھ رہتا تھا۔ اُس نے ژروبی کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اِتنی شان دار مچھلی اِس سے

پہلے اُس نے نہیں دیکھی تھی۔ اُس کے مُنہ میں پانی بھر آیا اور وہ ژروبی کو کھانے کی فکر کرنے لگا۔ اُس نے بڑی پھرتی اور چالاکی سے کام لیا۔ وہ سمندری چٹانوں کی آڑ لے کر آیا اور ژروبی پر اچانک دھاوا بول دِیا۔ ژروبی نے بھی بڑی پھرتی دِکھائی اور پلٹ کر بھاگنے لگی۔ پھر بھی اُس کی دُم مگرمچھ کے مُنہ میں آ ہی گئی۔ پَل بھر کے لئے ژروبی کے ہوش اُڑ گئے مگر پھر اُس نے اپنے اَوسان پر قابُو پالیا اور وہ مگرمچھ سے بولنے لگی:

''دیکھو! تم مجھے کھانے کے لئے جلدی مت مچاؤ، پہلے میری بات سُن لو۔' مگرمچھ

رُک تو گیا مگر اُس نے ژروبی کی دُم نہیں چھوڑی۔ ژروبی اُس سے پھر بولی:

''تم میری بات مان لو تو اِس میں تمھارا فائدہ رہے گا۔ سنو! میَں آبِ حیات پینے کے لئے نکلی تھی۔ آبِ حیات پی کر میَں بہت بڑی مچھلی بن جاؤں گی، خوُب بڑی۔ پھر جب میَں آبِ حیات پی کر اور بڑی ہو کر واپس آؤں گی، اُس وقت تم مجھے کھا لینا۔ اِس طرح تمھارا پیٹ بھر جائے گا ورنہ اگر تم ابھی مجھے کھاؤ گے تو اِس سے تمھارا کچھ بھی بھلا نہیں ہوگا۔ مجھے کھا کر بھی تم بھوُکے کے بھوُکے ہی رہو گے۔ سمجھ گئے؟''

www.urduchannel.in

''سمجھ گیا، آبِ حیات پینے کے لئے میَں بھی تیرے ساتھ چلوُں گا۔''

مگرمچھ نے اِتنا کہا تو ژروبی کی دُم اُس کے مُنہ سے چھوُٹ گئی۔ دُم کے چھوُٹتے ہی ژروبی شیر ہو گئی۔ وہ بھاگی اور بھاگتے بھاگتے پلٹ کر بولی:

''آبِ حیات تجھ جیسے ملیچھ پاپیوں کے لئے نہیں ہے، گندے کہیں کے۔''

''دیکھ تو' نے واپس آنے کا وعدہ کِیا ہے۔'' مگرمچھ نے چیخ کر اُسے وعدہ یاد دِلایا

''ہاں پھر کیوُں نہیں، اچھّی طرح مُنہ دھو کر رکھنا۔ میَں شام تک واپس آتی ہوُں پھر تیری خبر لیتی ہوُں بدمعاش کہیں کے۔''

ژروبی کو اِس سے پہلے کبھی کسی جانور نے نہیں ستایا تھا۔ آج جب مگرمچھ نے اُسے پکڑا تو اُسے بے حد غصّہ آیا۔ وہ دل ہی دل میں تلملاتی ہوئی اور بڑی تیزی سے تیرتی ہوئی اپنی ماں کے پاس آئی۔ اُس کی ماں جَل پَری نے جب ژروبی اور مگرمچھ کا قِصّہ سُنا تو اُس کا بھی پارہ چڑھ گیا اور وہ مگرمچھ کو سبق سِکھانے کے لئے نکل کھڑی ہوئی۔

شام ہوتے ہوتے وہ مگرمچھ کے پاس پہنچی تو مگرمچھ اُسے دیکھتے ہی چیخ کر بولا:

''ارے واہ! تو' تو سچ مچ بہت بڑی ہو کر آ گئی ہے؛ اب کھانے کا مزہ آئے گا، تجھے کھا کر میرا پیٹ بالکل بھر جائے گا۔ واہ بھئی واہ!'' جل پَری مگرمچھ کی بات کاٹ کر بولنے لگی:

''وہ تو ہے، لیکن میَں دیکھ رہی ہوُں کہ تیرے دانت کِتنے گندے ہیں۔ یہ مُنہ اور مسوُر کی دال؟ پتہ چلتا ہے کہ ابھی تک تو' کالی مَٹیالی اَلا بَلا کھاتا چلا آ رہا ہے، کیوُں۔ کیا تیری ماں تجھے دانت صاف کرنے کی تاکید نہیں کرتی؟''

''میری ماں مر چکی ہے۔'' مگرمچھ آنکھیں چُرا کر بڑی سادگی سے بولا۔

''اچھّا، اچھّا! ہاں تو پھر میری بات سُن۔ دیکھ ذرا اِدھر، میری طرف نظر کر، دیکھ میَں

کتنی صاف سُتھری، چکنی اور چمکیلی ہوں۔ اِتنی صاف سُتھری چیز کھانے کے لئے اِتنے ہی صاف سُتھرے دانت بھی چاہئیں، سمجھے!''

''تو پھر مجھے کیا کرنا ہوگا؟ میرے دانت گندے ہیں، مجھے اِس کا بھی پتہ نہیں ہے''

''تو پھر میَں پتہ دیتی ہوں۔ سُن میری بات! یہاں سمندر کی تہہ میں نیل فام نامی نیلے پودے پائے جاتے ہیں۔ اُن پودوں کو چبا چبا کر دانت صاف کِیے جا سکتے ہیں۔ نیل فام چبانے سے دانت پہلی تاریخ کے چاند کی طرح نوکیلے، سفید اور چمکیلے ہو جاتے ہیں وہاں جانا، نیل فام چبانا، دانت صاف کر کے آنا، وہ دانت مجھے دِکھلانا، پھر مجھے کھانا۔ چل جا جلدی!''

مگر مچھ نیل فام پودے کی تلاش میں نکل پڑا اور سمندر کے پانی کی تہہ میں چلا۔ جل پَری بھی اُس کے پیچھے پیچھے ہو لی۔ سمندر کی تہہ میں نیلے رنگ کے پودے مگر مچھ کو دِکھائی دیے

وہ اُن پودوں پر ٹوٹ پڑا اور جلدی جلدی اُنھیں چبانے لگا تا کہ اُس کے دانت پہلی تاریخ کے چاند کی طرح سفید اور چمکیلے ہو جائیں۔ لیکن وہ نیلے پودے زہریلے تھے اور اُنھیں چبانے سے پودے کا زہر مگر مچھ کے جسم میں پھیلنے لگا۔ اُسے چکّر سا آنے لگا۔ آخر کار وہ پھِسل کر گر پڑا؛ ایسا گرا کہ پھر کبھی وہ تیر کر اوُپر نہیں آ پایا۔ البتہ اُس کے دانت اب سفید اور چمکیلے ہو گئے تھے۔

www.urduchannel.in

طِلسماتی جزیرہ

سمندر کے کنارے طرابلہ نام کا ایک مُلک آباد تھا۔ وہاں کا بادشاہ اپنی رعایا کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ وہ اپنی سلطنت کے کونے کونے کی خبر رکھتا تھا جس کے لئے اُس نے ہر علاقے میں گورنر مقرّر کر رکھے تھے۔ ہر گورنر اپنے علاقے کی خبر بھیجا کرتا تھا پھر بادشاہ اُس علاقے کی ضرورت پوُری کرنے کے لئے فوری طور پر قدم اُٹھاتا تھا۔

اِدھر کچھ دِنوں سے بادشاہ اپنے ایک علاقے کے بارے میں فکر مند رہنے لگا تھا۔ وہاں کے گورنر نے اپنے علاقے کا کچھ عجیب حال لکھ کر بھیجا تھا جو بادشاہ کی سمجھ میں نہیں آیا اور جسے پڑھ کر وہ اُلجھن میں مبتلا ہو گیا تھا لیکن شہزادے نے بادشاہ کو تسلّی دی اور کہنے لگا:

''ابّا حضوُر! اُس علاقے میں ضرور کوئی عجیب بات ہو رہی ہے اور وہاں کے گورنر صاحب وہ بات ہمیں بتلانا نہیں چاہتے۔ میَں ایک مُسافر کا بھیس بدل کر وہاں جاتا ہوں،

وہاں کے لوگوں سے مِلتا ہوں اور وہاں کا حال معلوم کر کے آتا ہوں۔‘‘

’’تو پھر بیٹا، ایسا کرتے ہیں! ہم دونوں ہی مُسافر کا بھیس بدل کر وہاں چلتے ہیں۔‘‘

غرض یہ کہ بادشاہ اور شہزادہ دونوں سفر پر روانہ ہو گئے اور اپنی سلطنت کے آخری سِرے پر جا پہنچے جہاں ایک اونچا پہاڑی سِلسِلہ راستے میں حائل تھا۔ پہاڑی کے اُس پار وہ علاقہ آباد تھا جو بادشاہ کو اُلجھن میں ڈالے ہوئے تھا اور اُس علاقے کے آگے پھر سمندر تھا۔

باپ بیٹے پہاڑی عبور کر کے اُس بستی میں جا پہنچے۔ اُنھیں وہاں پہنچ کر سچ مچ کچھ عجیب سا لگا۔ وہاں کے لوگوں کے چہرے اُداس تھے۔ مگر اُس اُداسی کا سبب کیا ہے، یہ کوئی بتلانے کو تیّار نہیں تھا۔ تھک ہار کر بادشاہ اور شہزادہ اُس سرائے میں پہنچے جہاں مُسافر قیام کِیا کرتے تھے۔ سرائے کے مُسافر بھی وہی بات کر رہے تھے تب بادشاہ شہزادے سے کہنے لگا:

’’عجیب لوگ ہیں یہاں کے! ہم اُن کی بھلائی چاہتے ہیں مگر جب ہم اِن لوگوں سے اس بارے میں کچھ پوچھتے ہیں تو جواب میں وہ یا تو اُداس ہو جاتے ہیں یا پھر رو پڑتے ہیں۔ مگر بتلاتے نہیں کہ بات کیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں کے لوگ کیا چاہتے ہیں!‘‘

’’ابّا حضور! اب آپ کسی سے کچھ مت پوچھیے۔ آپ کی دُعا سے میَں نے بھی کچھ عِلم حاصل کِیا ہے۔ آپ مجھے آج رات مہلت دیجیے۔ میَں اپنے عِلم کا اِستعمال کروں گا اور یہاں کا حال معلوم کر کے رہوں گا۔‘‘

صبح ہوئی۔ بادشاہ نے شہزادے سے سوال کِیا تو شہزادہ کچھ دیر کے لئے سوچ میں پڑ گیا پھر مُنہ ہی مُنہ میں بڑبڑانے لگا:

’’مجھے تو اُس کے پاس جانا ہی ہے۔ یوں بھی جانا ہے اور توں بھی جانا ہے۔ میَں اگر اپنے طور پر وہاں جانا چاہوں گا تو بہت دِنوں بعد وہاں پہنچ پاؤں گا... اور اگر اُس کے

www.urduchannel.in

بُلانے پر جاتا ہوں تو بڑی جلدی وہاں پہنچ جاتا ہوں۔ اور اب یہ راز سبھوں کو معلوم ہو جائے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔ میَں نے تو سر پر کفن باندھ ہی لی ہے۔‘‘

بادشاہ شہزادے کو عجیب نظروں سے گھورتا جا رہا تھا لیکن شہزادے نے آواز دے کر سرائے کے سارے مُسافروں کو اپنے پاس بُلا لیا اور پھر بادشاہ سے مخاطب ہُوا:

’’سُنیے ابّا حضور! یہ ایک ایسا راز ہے جو کوئی کسی کو بتلاتا نہیں ہے، کیوں کہ کسی سے اِس کا ذِکر کرنا اپنی جان جوکھم میں ڈالنا ہے۔ آپ لوگ خاموشی سے میری بات سُنیں۔‘‘

جان جوکھم کی بات سُنی تو سرائے کے سبھی مُسافروں نے شہزادے کی بات پر کان لگا دِیے البتّہ اُن سبھوں نے چُپ سادھ لی تھی پھر شہزادے نے اُس راز کو بیان کرنا شروع کِیا:

’’سُنیے صاحبان! یہاں سے پندرہ دِن کے سفر پر ایک جزیرہ ہے جو اب طِلسماتی جزیرہ بن کر رہ گیا ہے۔ ایک آدم خور جادوگرنی وہاں آ کر بس گئی ہے۔ یہ بہت پُرانی جادوگرنی ہے لیکن اپنے جادو کے زور سے وہ اب تک جوان بنی پھرتی ہے۔ جب بھی کسی شخص نے اُس کا ذِکر چھیڑا، اُسے اُس کی خبر ہو جاتی ہے اور وہ اُس شخص پر اپنا طِلسم آزماتی ہے۔ جادوگرنی

اُس شخص کو دِکھائی دینے لگتی ہے۔جیسے ہی اُس جادوٗ گرنی کی نظر سے نظر مِلتی ہے، آدمی اُٹھ کر اُس کی طرف دَوڑنا شروٗع کر دیتا ہے اور وہ شخص اِتنی تیز رفتار سے دَوڑتا ہے کہ زمین پر کا کوئی دوٗسرا جان دار اتنی رفتار سے نہیں دَوڑ سکتا۔ بھاگتے بھاگتے زمین کا حِصّہ ختم ہو جاتا ہے اور آگے سمندر آ جاتا ہے، تب آدمی سمندر میں چھلانگ لگا دیتا ہے۔

سمندر میں کوٗدتے ہی آدمی سانپ کا روٗپ اِختیار کر لیتا ہے اور سانپ بن کر سمندر میں تیَرنے لگتا ہے۔پھر وہ سانپ بھی سمندر میں اِتنی تیز رفتار سے تیَرتا ہے کہ سمندر کی کوئی دوٗسری مخلوٗق اِتنی رفتار سے نہیں تیَر سکتی۔آخر وہ تھوڑی ہی دیر میں جادوٗ گرنی کے جزیرے تک جا پہنچتا ہے۔جزیرے پر قدم رکھتے ہی وہ سانپ پھر اِنسان کے روپ میں واپس آ جاتا ہے اور وہ جادوٗ گرنی کا غلام بن جاتا ہے۔پھر جادوٗ گرنی کسی اِنسان کو مار کر پھینک دیتی ہے اور کسی اِنسان کو بھوٗن کر کھا جاتی ہے۔اور اکثر وہ نوجوانوں کو ہی بھوٗن کر کھاتی ہے۔

آپ لوگوں کے سامنے میَں نے جب سے اُس کا ذِکر چھیڑا ہے، اُس وقت سے وہ مجھے نظر آ رہی ہے اور اپنے جادوٗ کے زور سے مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔خُدا کے فضل سے مجھے کچھ ایسا عِلم عطا ہُوا ہے کہ میَں اُس عِلم کی طاقت سے اب تک یہاں ٹھہرا رہا اور اِتنی کچھ باتیں آپ لوگوں کو بتلا دیں؛ اِس پر وہ جادوٗ گرنی حیَران بھی ہے لیکن اِس علاقے کی بھلائی کے لئے مجھے اُس کی طرف جانا ہی ہے اِس لئے میَں اب چلتا ہوٗں۔آپ لوگوں کی دُعائیں ساتھ رہیں تو پھر مُلاقات ہوگی۔''

شہزادے نے چلتے چلتے اِتنا کہا اور پھر بڑی تیزی سے دَوڑ پڑا۔وہ بے تحاشا دَوڑتا ہُوا چلا اور دیکھتے ہی دیکھتے نظر سے اوجھل ہو گیا۔دَوڑتے دَوڑتے سامنے سمندر آ گیا تب وہ سمندر میں کوٗد پڑا اور سانپ بن کر تیَرنے لگا۔تیَرتے تیَرتے وہ جادوٗ گرنی کے جزیرے تک

www.urduchannel.in

جا پہنچا مگر جب وہ سانپ طِلسمی جزیرے کی سرزمین پر پہنچا اور وہاں بھی وہ رینگتا ہُوا ہی آگے چلا تو جادوٗ گرنی اُسے دیکھ کر گھبرا گئی کیوٗں کہ اُس کی زندگی میں ایسا اچنبھا پہلی مرتبہ ہُوا تھا کہ کوئی سانپ اُس کے طِلسمی جزیرے پر قدم رکھنے کے بعد اِنسان کے روٗپ میں نہیں آ پایا تھا

جادوٗ گرنی نے اپنی مٹّھی میں سے دھوٗل جیسی کوئی چیز سانپ پر پھینکی تاکہ وہ سانپ مر جائے لیکن اس سے سانپ مرا نہیں البتّہ اس سے رنگین دُھواں سا اُٹھا اور اب وہ سات رنگوں کا چمکیلا سانپ بن چکا تھا۔اِس عجوبے کو دیکھ کر جادوٗ گرنی کے حواس اور بھی گم ہو گئے

اور وہ وہاں سے اُلٹے پاؤں بھاگ کھڑی ہوئی۔اب سانپ اُس کا پیچھا کر رہا تھا اور وہ بھاگتی چلی جا رہی تھی یہاں تک کہ اُس کا طِلسمی غار آ گیا۔اُس غار میں گھس کر جادوٗ گرنی اپنی سانس درست کرنے لگی۔اُسے یقین تھا کہ اِس غار میں وہ ہر طرح محفوٗظ ہے اور کوئی بھی دوٗسرا ذی روٗح اِس غار میں داخل نہیں ہو سکتا ورنہ وہ جل کر بھسم ہو جائے گا۔

لیکن اُس کے بعد جادوٗ گرنی نے عجیب بات دیکھی کہ ایک پیتل کا ہنڈ الٹّو کی طرح گھوٗمتا ہُوا طِلسمی غار میں داخل ہو رہا ہے۔جادوٗ گرنی سمجھ گئی کہ پیتل کے ہنڈے میں

پانی ہےاور وہ سانپ پانی میں ڈوب کر اِس غار میں داخل ہُوا ہے۔ پھر جادُو گرنی اپنی جگہ پر اِتنے زور سے اُچھلی کہ اُچھل کر وہ غار کی چھت تک جا پہنچی۔

غار کی چھت میں اُس کا جادُوئی پنجرہ تھا۔ وہ جھٹ اُس پنجرے میں دبک کر بیٹھ گئی۔ اُسے اِتنا اِطمینان تھا کہ 'سانپ ہو یا اِنسان، وہ اِس پنجرے تک تو نہیں پہنچ سکتا'۔

اور پھر اُس نے جو سوچا نہیں تھا وہ ہو گیا۔ سانپ نے اپنے مُنہ میں پانی بھر لیا اور جادُو گرنی کے پنجرے پر اِتنے زور کی پچکاری ماری کہ پانی کی پھُوار سے وہ جادُوئی پنجرہ پاش پاش ہو گیا اور جادُو گرنی دھب سے پیتل کے ہنڈے پر آ کر گری۔

ہَنڈے پر جادوگرنی کے گرتے ہی سانپ نے بڑی پھُرتی سے اپنا پھن اُٹھایا اور جادُو گرنی کو ڈَس لیا۔ جادوگرنی 'سی' کر کے رہ گئی۔ اُسے ڈَسنے کے بعد سانپ لہرا کر ہَنڈے سے باہر آ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اِسی کام کے لئے اِتنی دَوڑ بھاگ تھی، آخر کار محنت رنگ لائی۔

جیسے جیسے سانپ کا زہر چڑھتا جا رہا تھا ویسے ویسے جادُو گرنی کا گورا رنگ کالا پڑتا جا رہا تھا۔ ساتھ ہی اُس کے جسم پر بُڑھاپے کے آثار دِکھائی دینے لگے۔ یہاں تک کہ وہ بدصوُرت کالی چُڑیل نظر آنے لگی۔

اُس کے بعد سانپ وہاں نہیں رُکا۔ وہ ایسا چاہتا تھا کہ جادُو گرنی کی موت سے پہلے وہ اُس سمندر کو طِلسمی سانپ کی رفتار سے پار کر لے جائے اور پھر اُسے اپنے مُلک پہنچنے کی جلدی بھی تھی۔ اِس لئے اب کی مرتبہ وہ جب سمندر میں اُترا تو پہلے سے زیادہ رفتار سے تیَر رہا تھا۔ آخر وہ اپنے مُلک کے ساحل سے جا ٹکرایا اور ساحلی فرش پر رینگتا ہُوا آگے بڑھا۔

اُس وقت ساحل پر بہت سے لوگ موجود تھے۔ اُن لوگوں نے جب اُس عجیب وغریب سانپ کو دیکھا تو وہ دم بخود رہ گئے۔ سات رنگوں کا ایسا چمکیلا سانپ وہاں کے لوگوں

www.urduchannel.in

نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ پہلے تو وہ لوگ اُسے حیَرت سے دیکھتے رہے اور اُس کے پیچھے پیچھے دَوڑتے رہے، پھر ایسا ہُوا کہ لوگوں نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور اُسے پتّھر مارنے لگے۔ سانپ لوگوں کے پتّھر کھاتا رہا اور اپنی جگہ بَل کھاتا رہا۔

اِدھر سانپ اپنے دِل میں سوچ رہا تھا کہ اگر میَں اِن لوگوں پر صِرف پھونک مارتا چلوُں تو یہ لوگ مرتے جائیں گے لیکن میَں ایسا نہیں کرُوں گا کیوُں کہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ 'میَں کون ہوُں'۔

پتّھر مارتے مارتے لوگوں نے دیکھا کہ سانپ کے جسم سے رنگ برنگا دھُواں سا اُٹھّا جیسا کہ آتش بازی کا رنگین دھُواں ہوتا ہے۔ اُس کے بعد دھُوئیں کی فضا صاف ہوئی تو وہاں اُنھیں شہزادہ کھڑا ہُوا نظر آیا جس کا پوُرا جسم لہوُلہان تھا اور وہ زخموں سے چوُر تھا۔

شہزادے نے لوگوں کو خبر دی کہ 'میرا پھر سے انسان کے روُپ میں آ جانا، اِس بات کی نشانی ہے کہ طِلسماتی جزیرے کی جادُو گرنی مر چکی ہے اور اُس کا سارا طِلسم ٹوُٹ چکا ہے۔ اب ہم اُس جزیرے پر آنے جانے کے لئے آزاد ہیں'۔

جیسی نیت ویسی برکت

سمندر کے کنارے ایک درخت تھا۔ اُس درخت پر ایک بندر رہتا تھا۔ بندر اکثر سوچا کرتا تھا کہ 'کسی طرح کوئی مجھے لِلّی جزیرے پر پہنچا دے جہاں بڑا خوب صورت جنگل ہے۔ اُس جنگل میں بہت سے جانور ہیں، بہت سے بندر بھی ہیں اور اچھے اچھے پھلوں کے بے شمار درخت بھی ہیں۔ کاش میَں کسی طرح لِلّی جزیرے پر پہنچ جاؤں تو خوب پھل کھاؤں، کھیلوں کودوں، مزے اُڑاؤں اور پھر وہاں سے واپس نہ آؤں، وہیں کا ہو کر رہ جاؤں۔'

اُسی سمندر میں ایک مگر مچھ رہتا تھا جو کچھ یوں سوچا کرتا تھا کہ... 'اگر میَں اِس بندر کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر لِلّی جزیرے پر لے چلوں جہاں بے شمار گلہریاں ہیں، بندر درختوں پر سے گلہریاں پکڑ پکڑ کر مجھے دیتا جائے اور میَں گلہریاں کھاتا جاؤں، پھر تو بڑا مزہ آجائے۔'

ایک دِن مگر مچھ نے ہمّت کی اور اپنے دِل کی بات بندر سے کہہ دی:

www.urduchannel.in

''بندر میاں! لِلّی جزیرے کی سیَر کو چلو گے کیا؟ لِلّی جزیرے پر مزے دار پھلوں کے بہت سے درخت ہیں جو تمھارے کام کے ہیں اور اُس جزیرے پر تگڑی تگڑی بہت سی گلہریاں ہیں جو میرے کام کی ہیں۔ میَں سوچتا ہوُں؛ میَں تمھارے کام آؤں اور تم میرے کام آؤ۔ پھر جب تم چاہو، میَں تمھیں واپس یہاں پہنچا دوُں گا۔ کہو، کیا کہتے ہو!''

مگر مچھ کی بات سُن کر بندر کا دِل بلّیوں اُچھلنے لگا۔ یہی تو وہ چاہتا تھا۔ پھر بھی اُس نے مگر مچھ سے سوال کِیا: ''سو تو ہے بھائی مگر مچھ! مگر تم مجھے دھوکا تو نہیں دو گے؟''

''نہیں نہیں، میَں اگر تمھیں دھوکا دوُں گا تو پھر گلہریاں کیسے کھا پاؤں گا، سمجھو ذرا۔''

بس پھر بندر کی ہمّت بندھ گئی اور وہ کوُد کر مگر مچھ کی پیٹھ پر جا بیَٹھا۔ مگر مچھ اُسے لے کر تیَرتا ہُوا لِلّی جزیرے کی طرف چلا۔

تیَرتے تیَرتے مگر مچھ کی نِیّت میں خرابی آگئی اور وہ ایک نئی بات سوچنے لگا:

'میَں بندر کو لِلّی جزیرے پر لے جا کر چھوڑ دوُں گا تاکہ وہ درختوں پر سے تازی تازی گلہریاں لا لا کر مجھے دیتا رہے اور اُسے اُس کے درخت پر کبھی واپس نہیں پہنچاؤں گا۔'

آخر مگر مچھ نے بندر کو لِلّی جزیرے پر لے جا کر چھوڑ دیا۔ بندر کے تو دِل کی ہو گئی۔ وہ مگر مچھ کی پیٹھ پر سے کود کر جزیرے کے کنارے پر اُتر گیا۔ پھر وہ چھلانگیں مارتا ہُوا اچلا اور ایک گھنے درخت پر جا کر اِطمینان سے بیٹھ گیا۔ اب مگر مچھ نے بندر کو آواز لگائی:

''دیکھا نا بندر میاں، پھلوں کی کیسی بھرمار ہے یہاں! بس اب تم اُس درخت پر سے گلہریاں پکڑ پکڑ کر میری طرف پھینکتے جاؤ اور مَیں اُنھیں کھاتا جاؤں۔ چلو شروع ہو جاؤ۔''

بندر نے اِدھر اُدھر گردن گھمائی اور پھر کان کھجاتے ہوئے جواب دیا:

'' اوئی ہاں، ٹھیک یاد آیا، اے بھائی مگر مچھ! ایک بات تو مَیں تمھیں بتانا ہی بھوُل گیا تھا۔ وہ یہ کہ لِلّی جزیرہ میری ننھیال ہے۔ اور یہ جو بھولی بھالی گلہریاں ہیں نا... یہ تو میری رِشتے دار لگتی ہیں، بھلا مَیں اُنھیں موت کے حوالے کیسے کر سکتا ہوُں، جاؤ جاؤ میاں ہَوا کھاؤ۔

مگر مچھ بے چارہ مُنہ سُکھا کر رہ گیا۔

....

جنّت کا پھاٹک

جنگل کے جانوروں میں بندر سب سے زیادہ عقل مند تھا۔ مگر اُس دِن اُس کی عقل گھاس چَرنے چلی گئی تھی اور وہ شِکاری کے پنجرے میں پھنس گیا تھا۔ اب وہ اپنی نادانی پر پچھتا رہا تھا اور پنجرے سے نکلنے کی کوئی ترکیب سوچ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ جنگل کا کوئی جانور اِدھر آ جائے اور اُسے پنجرے کی قید سے چھُٹکارا دِلا دے۔

تھوڑی دیر بعد اُسے شیر دِکھائی دیا جو تیزی سے دَوڑتا ہُوا اُسی پنجرے کی طرف چلا آرہا تھا۔ اُس سے زیادہ تیزی سے ایک ترکیب بندر کے دِماغ میں آ گئی، بندر جھٹ پنجرے کے فرش

www.urduchannel.in

پر آڑا ہو کر لیٹ گیا اور اِس طرح آنکھ بند کر کے سوتا بن گیا جیسے بڑی گہری نیند میں ہو۔

شیر نے آ کر پنجرے میں جھانکا اور دیکھا کہ بندر سو رہا ہے۔

''ہائے، کیسا تگڑا بندر ہے! کہیں سے مجھے اندر جانے کا راستہ مِل جاتا تو اِسے کھانے کا مزہ آتا۔'' شیر پہلے تو اِس طرح بڑبڑایا پھر وہ بندر کو آواز دینے لگا۔ شیر کے آواز لگانے پر بندر زور زور سے خرّاٹے لینے لگا۔ جب شیر پے در پے آواز دیتا چلا گیا تو بندر نے خرّاٹوں کے بیچ بیچ میں بڑبڑانا شروع کر دِیا۔ وہ جھوٹ موٹ آنکھیں موُند کر پڑا ہُوا تھا اور وقفے وقفے سے اِس قِسم کے فِقرے بک رہا تھا؛

''واہ واہ، کیا بات ہے... واہ بھئی واہ... آہا دِل خوش کر دِیا... ایسا تو مَیں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا... بہت شان دار واہ، بہت مزے دار... خدایا، جنّت تو جنّت ہے... ہائے، جنّت کی کیا بات ہے، اوہو... آہا...!''

''ایسا لگتا ہے جیسے یہ جنّت کا خواب دیکھ رہا ہے'' شیر دھیرے سے بولا۔

بندر سمجھ گیا کہ وہ شیر کو جنّت کا جھانسہ دینے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اب اُس نے

کروٹ بدل لی اور پھر اُسی طرح آنکھیں مُوندے ہوئے اپنی بڑبڑ آگے بڑھائی:

''اے پَری زادیو ! ذرا دیکھنا، جنگل کا کوئی دُوسرا جانور اِدھر آنے نہ پائے اور وہ ہماری جنّت کا پھاٹک کھولنے نہ پائے۔''

شیر نے پریوں کا ذِکر سُنا تو جھٹ اُس نے پنجرے کا پھاٹک تلاش کرلیا اور اُسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ بندر آنکھیں میچے میچے اب کچھ اُونچی آواز سے بڑبڑایا:

''اے نیلم پَری! تو' ذرا باہر جا کر پھاٹک کی نگرانی کر۔ دیکھ کوئی 'اُلّو' کا پٹھّا ہماری جنّت کا پھاٹک ہلا رہا ہے۔ کہیں وہ اپنی جنّت میں گھُس آئے گا تو جنّت کا مزہ کِرکِرا ہو جائے گا۔ نیلم! دیکھنا، وہ بدمعاش پھاٹک کی کڑی کھولنے نہ پائے۔''

کڑی کی بات سنی تو شیر نے کڑی تلاش کرلی اور پنجرے کا پھاٹک کھول لیا۔ پھر جیسے ہی اُس نے کُود کر پنجرے کے اندر چھلانگ لگائی ویسے ہی بندر نے پنجرے کے باہر چھلانگ لگادی۔ اِس سے پہلے کہ شیر پلٹتا اور بندر پر جھپٹتا، بندر نے پنجرے کا پھاٹک بند کر کے اُس کی چٹخنی چڑھادی۔ اب شیر پنجرے میں پھنس گیا اور اُس نے دہاڑنا شروع کر دِیا۔

دُوسرے دِن وہ پنجرہ شیر سمیت بادشاہ کے جلاّد گھر میں نظر آیا۔

www.urduchannel.in

سلطنت کا جانشین

بحرِ عجائب میں کلادیپ نام کا ایک جزیرہ تھا۔ اُس جزیرے پر جنوں کا بسیرا تھا۔ جنوں کا بادشاہ فزارو 'شاہِ جنّات' کہلاتا تھا۔ فزارو کی کئی لڑکیاں تھیں لیکن لڑکا ایک بھی نہیں تھا، اُس کے چھوٹے بھائی کا لڑکا خرسوُن نام کا تھا۔ شاہِ جنّات اپنے بھتیجے خرسوُن کو اپنے لڑکے کی طرح سمجھتا تھا اور اُس نے خرسوُن کو اپنی سلطنت کا جانشین مقرّر کررکھا تھا۔

خرسوُن بڑا گھمنڈی تھا، کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ ایسا جان کر کہ 'یہ سلطنت کا جانشین ہے' جب جِنّات اُس کے پاس سے گزرتے تو جھک کر اُسے سلام کرتے تھے۔ اُن کے سلام کے جواب میں خرسوُن صرف ہاتھ جھٹک دیا کرتا۔ وہ کسی کی بات کا سیدھا جواب نہیں دیتا تھا۔ اکثر وہ دُوسروں کی بےعزّتی کرتا بلکہ لات تک ماردیا کرتا تھا۔

شاہِ جنّات کی اِجازت سے جِنّات اِنسانوں کی بستی میں آیا جایا کرتے تھے اور وہ

شاہِ جنّات کی ہدایتوں کا خیال رکھتے تھے لیکن خرسوٗن بغیر اِجازت کہیں بھی چلا جاتا تھا اور وہ اپنے چچا کے بتائے ہوئے اُصولوں کی پاسداری بھی نہیں کرتا تھا۔

ایک دفعہ کی بات ہے۔خرسوٗن اِنسانوں کے علاقے میں آیا۔وہ آج پھر اُسی جنگل میں جا گھسا جہاں اناروں کے بہت سے درخت تھے۔اُس نے خوٗب انار کھائے۔جنگل میں آج پھر اُس نے اُن دو بچّوں کو دیکھا جو صوٗرت سے جڑواں بھائی دکھائی دیتے تھے۔

آج خرسوٗن کے دِل میں آئی کہ ’ذرا اِن بچّوں کی باتیں سُنوں تو اندازہ ہوگا کہ یہ دونوں بچّے اِس جنگل میں کیوں آتے رہتے ہیں۔‘

ایسا سوچ کر خرسوٗن اُن بچّوں کے پاس پہنچا۔خرسوٗن چوٗں کہ اِنسان نہیں بلکہ جِن تھا‘ اِس لئے وہ اُن بچّوں کو دِکھائی نہیں دے رہا تھا۔وہ اُن بچّوں کی باتیں سُننے لگا۔

’’ابّا تو کہتے ہیں کہ جٹالی پر جِن رہتا ہے۔اُسی جِن کو دیکھنے کے لئے ہم دونوں یہاں آتے رہتے ہیں مگر ہمیں تو وہ جِن کبھی دِکھائی نہیں دیا۔آخر وہ جِن یہاں کب آتا ہوگا؟‘‘

اُن بچّوں کی باتیں سُن کر خرسوٗن سوچنے لگا؛

’اچھا تو اُس برگد کے نیچے پتّھر کا جو چبوٗترہ سا ہے، وہ چبوٗترہ جٹالی کہلاتا ہے۔اور یہ دونوں جڑواں بھائی ہمیں دیکھنے کے لئے یہاں آتے رہتے ہیں۔کیوں نہ میَں آج اُن کا اَرمان پوٗرا کردوٗں اور اُنھیں اپنا دیدار کرادوٗں۔آخر ایسا کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔‘

بس پھر خرسوٗن جٹالی کے برگد پر جا کر براجمان ہوگیا۔اُس کے بعد وہ دونوں بچّے جٹالی کے چبوٗترے پر پہنچے۔ابھی وہ چبوٗترے پر ٹھیک سے بیٹھنے بھی نہیں پائے تھے کہ برگد کے پیڑ سے انار گِرنے لگے۔بچّوں کے آگے انار آ کر گرے تو اُنھوں نے نظر اُٹھا کر پیڑ پر دیکھا۔پیڑ کی شاخوں کے درمیان اُنھیں خرسوٗن بیٹھا ہوا دِکھائی دیا۔اُسے دیکھ کر بچّے ڈر گئے

www.urduchannel.in

اور اُن کی گھگھّی بندھ گئی۔وہ رونے لگے اور اُنھوں نے رو کر کہا:

’’ جِن صاحب، تم ہمیں ڈراوٗ گے تو نہیں؟‘‘

’’نہیں بچّو! رونا بند کردو۔میَں تمھیں کوئی تکلیف نہیں دوٗں گا۔‘‘

بچّے چُپ ہوگئے تب خرسوٗن برگد سے اُتر کر پتّھر کے چبوٗترے پر آ بیٹھا۔بچّے اب روتو نہیں رہے تھے مگر وہ تھر تھر کانپ رہے تھے۔کانپتے کانپتے اُنھوں نے جِن سے کہا:

’’جِن صاحب! تم تو بڑے بھیانک دِکھائی دیتے ہو۔ہمارے ابّو‘ کہتے ہیں کہ تم اِنسان کے بھیس میں بھی رہ سکتے ہو۔‘‘

’’ہاں پھر کیوں نہیں۔دیکھو،میَں تم جیسا ایک بچّہ بن کر دِکھلاتا ہوٗں۔‘‘

پھر خرسوٗن کے جسم سے سفید دھوٗاں سا نکلنے لگا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے اُن بچّوں کی ہمجولی کا ایک بچّہ بن گیا۔بچّہ بن کر وہ اُن دونوں کے بازوٗ میں آ کر بیٹھ گیا۔اب تو بچّوں کا ڈر خوف بالکل جاتا رہا۔بچّے تھوڑی ہی دیر میں خرسوٗن کے ساتھ ہِل مِل کر کھیلنے لگ گئے۔

خرسوٗن کو بھی اُن کے ساتھ کھیلنے میں بڑا مزہ آنے لگا۔اب وہ اُنھیں مختلف جانوروں کا بھیس

بدل بدل کر دِکھلا رہا تھا۔ کبھی وہ بندر بن جاتا تو کبھی بھالو، کبھی کتّا تو کبھی بکرا۔

خرسوٗن اور بچّوں کا یہ کھیل بڑے زور و شور سے جاری تھا۔ اُسی وقت کلا دیپ کے جِنوں کا ایک ٹولہ اُدھر آ نکلا۔ اُنھوں نے دیکھا کہ خرسوٗن جو کہ سلطنت کا جانشین ہے، وہ آدم زاد بچّوں کے سامنے طرح طرح کا ناٹک دِکھا رہا ہے۔ اُنھوں نے جھٹ جا کر یہ بات شاہِ جِنّات سے داغ دی کہ ’آپ کے بھتیجے صاحب جٹالی کے جنگل میں کیا کیا گل کھلا رہے ہیں۔‘

شاہِ جنّات کو بڑا غصّہ آیا۔ بھتیجے کے کرتوٗت دیکھنے کے لئے وہ فوراً نکل پڑا اَور جٹالی کے جنگل میں جا پہنچا۔ اُس نے دیکھا کہ سلطنت کا جانشین خرسوٗن گدھا بناہُوا ہے اور خرمستیاں کر رہا ہے۔ دو آدم زاد بچّے ہیں جو اُس کی پیٹھ پر سواری کر رہے ہیں اور خرسوٗن اُنھیں خوش کرنے کے لئے بُری طرح ڈھینچوٗں ڈھینچوٗں کا راگ اَلاپ رہا ہے۔ خرسوٗن کا مسخرہ پن دیکھ کر شاہِ جنّات کی آنکھوں میں خوٗن اُتر آیا؛ اُس کی زبان سے نکلا:... ”یہ ہرگز بادشاہی کے قابل نہیں ہے۔ اِس نے ہمارے خاندانی وقار کی دھجّیاں اُڑا دی ہیں۔“

غصّے کے مارے شاہِ جنّات کے مُنہ سے دھُوئیں کی لکیر سی نکلی۔ دھوئیں کا وہ غُبار

www.urduchannel.in

آگے بڑھا اور بڑھ کر خرسوٗن کو پوٗری طرح ڈھک لیا۔ اب خرسوٗن ہمیشہ کے لئے گدھا بن چکا تھا اور اب کبھی وہ جِن کے روٗپ میں واپس نہیں آ سکتا تھا۔

جِنّات میں سے وہ جِن جو خرسوٗن کی اِس دُرگت سے واقف ہیں، وہ جب کسی گدھے کے پاس سے گزرتے ہیں تو اُسے سلام و آداب عرض کرتے ہیں؛ یہ سوچ کر کہ ’کسی زمانے میں اِن کے باوا صاحب سلطنت کے جانشین مقرّر کیے گئے تھے لیکن گدھا اُن کے سلام کا جواب نہیں دیتا، وہ آج بھی اپنی اکڑفوٗں میں مست ہے، سلام کا جواب دینے کی بجائے وہ صِرف اپنا کان ہِلا دیتا ہے۔

مَیں نے شیطان کو دیکھا ہے

یہ اُس زمانے کی بات ہے جب بستیوں میں بجلی کے قُمقُمے نہیں پہنچے تھے۔ بستی کے لوگ سرِ شام قندیل یا چراغ جلا لیتے تھے اور شام کا کھانا پکانا کر لینے کے بعد بُجھا دیتے تھے پھر بستی پر اندھیرے کا راج ہو جایا کرتا تھا۔ لوگ رات میں گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے اور اگر بھولے بھٹکے کسی کو نکلنا پڑ گیا تو اُسے کہیں بھی بھوت پریت دِکھائی دینے لگتے تھے۔

میرے بچپن کا واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ مَیں اپنی نانی کے گھر ٹھہرا ہوا تھا۔ رات کا وقت تھا۔ رات گئے میری مُمانی کو خیال آیا کہ دوپہر میں جو کپڑے دھو کر باہر ڈالے گئے تھے، شام کے وقت ہم اُن کپڑوں کو اُتارنا بھول گئے ہیں۔ آدھی رات کے بعد کپڑے لانے کے لئے مُمانی باہر نکل پڑیں اور رسّی پر سے کپڑے کھینچ کھینچ کر بٹورنے لگیں۔

اچانک اُنھیں ایسا کُچھ دِکھائی دِیا کہ ایک کالا شیطان بڑی رفتار کے ساتھ گلی میں دَوڑتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ مُمانی نے ڈر کے مارے بٹورے ہوئے کپڑے پھینک دیے۔ ساتھ ہی اُنھوں نے بڑے زور کی چیخ ماری اور دَوڑتی ہوئی گھر میں گھس آئیں۔ سوتے ہوئے لوگوں کو رَوندتے پوندتے وہ نانی کی پلنگ پر گئیں اور نانی کو بُری طرح چمٹ گئیں۔ اُن کی چیخ سُن کر ہم سبھی ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے تھے۔

اِتنے میں باہر سے کسی سائیکل کے گزرنے کی کھڑ بڑ سُنائی دی اور اُس کے بعد میرے ماموں کی جوتیوں کی چرچراہٹ کی آواز بھی آئی جو اِتنی رات گئے کہیں پردیس سے واپس آ رہے تھے۔ ماموں کو دیکھ کر مُمانی کی جان میں جان آئی۔ مُمانی نے ایک لمبی سانس لی

www.urduchannel.in

اور پھر میری نانی سے کہنے لگیں:

''اجی امّی! ابھی ابھی مَیں نے شیطان کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔'' مُمانی کے بدن میں ابھی بھی تھرتھراہٹ تھی اور آواز میں کپکپاہٹ۔

''کہاں، کب، کیسے؟.... ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ آئیں!'' ایسے وقت نانی کے ماتھے کی لکیریں گہری ہو جایا کرتی تھیں۔

''امّاں! مَیں نے بالکل صاف دیکھا کہ گلی کے نکڑ سے شیطان اُلٹا بھاگتا ہوا میری طرف دَوڑا چلا آ رہا ہے۔ مَیں دَوڑ کر گھر میں گھس آئی تو وہ کالا شیطان بھاگتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ امّی، ذرا سوچو تو سہی! مَیں اگر اُسے میری طرف آتا ہوا نہ دیکھ پاتی اور بھاگ کر گھر میں نہیں آ جاتی تو خدا جانے کیا ہو جاتا۔'' نانی مُمانی کو گھور رہی تھیں پھر ہماری طرف مُڑیں:

''بولو تو ذرا بچّو! ''شیطان کو دیکھ کر اگر یہ دَوڑ کر گھر میں نہیں آتی تو کیا ہو جاتا؟''

''کُچھ بھی نہیں ہوتا'' میرے مُنہ سے جھٹ نکلا: ''وہ شیطان جس طرح ابھی چلا گیا ہے، اِسی طرح بھاگتا ہوا تب بھی چلا جاتا اور کُچھ نہیں ہوتا۔''

''وہ کیسے؟'' مُمانی نے کھِسیا کر مجھ سے پوچھا جیسے اُنھیں 'کچھ نہیں ہونے' کا بڑا بُرا لگ گیا ہو۔

''اجی مُمانی! ماموں جب گلی میں داخِل ہو رہے تھے' اُسی وقت پیچھے سے سائیکل کی لائٹ اُن کے اوُپر پڑنے لگی۔ لائٹ پڑنے سے آگے کی طرف اُن کی پرچھائیں بن گئی۔ سائیکل جیسے جیسے چلتی گئی، پرچھائیں بھی ویسے ویسے بڑھتی گئی اور تمھیں ایسا لگا جیسے کالا کالا کچھ بھاگتا ہوا چلا آ رہا ہے اور تم اُسے شیطان سمجھ بیٹھیں؛ واہ مُمانی واہ!''

پھر گھر کے بڑے چھوٹے سبھی مُمانی کو سمجھانے لگے۔ اِتنی دیر میں ماموں کو بھی سمجھ گیا تھا کہ کیا بات چل رہی ہے؛ ماموں نے بھی بہت سر مارا کہ 'وہ شیطان ویطان کچھ نہیں تھا' صِرف پرچھائیں تھی۔ لیکن مُمانی کی وہی ایک رٹ کہ 'نہیں جی، مَیں نے شیطان کو دیکھا ہے!'

وہ دِن اور آج کا دِن۔ مُمانی نے ابھی تک یہ بات مان کر نہیں دی ہے کہ وہ صرف پرچھائیں تھی۔ وہ آج بھی یہی کہتی ہیں کہ 'نہیں، مَیں نے شیطان کو دیکھا ہے۔' البتّہ رِشتے داری میں ماموں کو چِڑانے کے لئے لوگوں کو ایک بہانہ ہاتھ آ گیا کہ...

''جب آپ کی پرچھائیں شیطان ہو گئی تو شیطان کی پرچھائیں کیسی ہو گی؟''

www.urduchannel.in

جنگل کی گڑیا

گُل آرا ایک چھوٹی سی بچّی تھی۔ اُس کا باپ جسولہ ایک سوداگر تھا۔ وہ جڑی بوٹیوں کی تجارت کرتا تھا۔ جڑی بوٹیاں آسانی سے ہاتھ آ جائیں، اِس کے لئے اُس نے جنگل میں اپنا گھر بنا رکھا تھا۔ گُل آرا کی ماں صندلی بڑے دِل گُردے والی عورت تھی۔ وہ جنگلی جانوروں کے بیچ بڑے مزے سے رہتی تھی۔ جنگل کے جانور بھی گُل آرا اور اُس کے ماں باپ سے بہت ہِل مِل گئے تھے۔

گُل آرا کی ماں صندلی بہت اچھّا کھانا پکاتی تھی۔ وہ جب کھانا پکاتی تو جنگل میں دوُر تک اُس کے کھانے کی خوش بو پھیل جاتی۔ اِس خوش بو کی وجہ سے جنگل کے جانور گُل آرا کے گھر کی طرف کھِنچے چلے آتے تھے اور پکوان کی خوش بوُ سوُنگھنے کے لئے وہیں آس پاس منڈلاتے رہتے تھے۔

جنگل کے یہ جانور گُل آرا کے گھر میں نہیں گھُستے تھے البتّہ ڈھگا سوُں جو جنگل کے

ہاتھیوں کا سردار تھا، وہ کبھی کبھی صندلی کے گھر کی کھڑکی میں سے اپنی سونڈ اندر ڈال دیتا اور گل آرا کو جھولا جھلایا کرتا تھا۔صندلی کبھی کوئی خاص پکوان پکاتی تو اُس میں سے تھوڑا تھوڑا اِن جنگلی جانوروں کو بھی چکھادیا کرتی تھی۔خاص طور پر ہاتھی کا وہ بہت خیال رکھتی تھی۔

ایک دِن کی بات ہے۔گل آرا کا باپ جسولہ جڑی بوٹیاں فروخت کرنے کے لئے پردیس کے سفر پر گیا ہُوا تھا۔گل آرا پالنے میں تھی اور صندلی پانی لانے کے لئے تالاب پر گئی ہوئی تھی۔وہ جب تالاب سے گھر واپس آئی تو دیکھا کہ گل آرا اُس کے پالنے میں موجود نہیں ہے۔صندلی نے گل آرا کو آس پاس تلاش کِیا مگر گُل آراء نہیں مِلی۔

تب صندلی دَوڑ کر جنگل کے بیچوں بیچ پہنچی جہاں اُس جنگل کا سب سے بڑا ببوٗل کا پیڑ تھا اور اُس پیڑ پر ایک بہت پُرانا جِن رہتا تھا۔صندلی اُس جِن کے پاس پہنچی اور کہنے لگی:

''اے ببوٗل کے جِن! مجھے بتلا، میری گل آرا کہاں ہے، کِس حال میں ہے، اُسے میرے گھر سے کون اُٹھا کر لے گیا ہے؟''

''دیکھ صندلی! مَیں جانتا ہوٗں، گل آرا کہاں ہے اور اُسے کون اُٹھا کر لے گیا ہے لیکن یہ بات مَیں تجھے نہیں بتلاؤں گا۔''

''کیوٗں نہیں بتلائے گا؟''

''تیرے گھر جو پکوان پکتے ہیں، اُس کی خوش بوٗ جنگل کے سارے جانور سونگھتے پھرتے ہیں مگر تیرے پکوان کی خوش بوٗ میرے ببوٗل تک کبھی نہیں آتی۔''

''ارے اوئے ببوٗل کے جِن! توٗ بالکل گھامڑ ہی ہے کیا؟ کیا تجھے اِتنا بھی نہیں سمجھتا کہ پیاسا خود چل کر کنوئیں کے پاس جاتا ہے، کنواں پیاسے کے پاس نہیں آتا۔تجھے میرے پکوان کی خوش بوٗ سونگھنی ہے تو توٗ خود چل کر میرے گھر کے پاس آ، سمجھے! اور اب توٗ

www.urduchannel.in

جلدی سے بتلا دے کہ میری گل آرا کہاں ہے ورنہ پھر گل آرا کا باپ جسولہ، جسے توٗ اچھّی طرح جانتا ہے، وہ ابھی آئے گا۔وہ تیری جٹائیں پکڑ کر ببوٗل کی شاخ سے باندھ دے گا پھر توٗ کبھی اپنے آپ کو ببوٗل سے نہیں چھُڑا پائے گا۔''

''اے صندلی! توٗ ذرا میری بات سُن، توٗ جسولہ کو مت بُلا اور مجھے ببوٗل میں مت لٹکا۔مَیں تجھے بتلاتا ہوٗں... بھالوؤں کا داروغہ بھوندوٗ تیری گل آرا کو اُٹھا لے گیا ہے۔''

''کیوٗں، اُسے بھوندوٗ کیوٗں اُٹھا لے گیا ہے؟''

''بھوندوٗ گل آرا کو پال پوس کر بڑی کرے گا۔بڑی ہونے کے بعد گل آرا اُسے گُلگُلے تل تل کر دے گی۔بھوندوٗ پھر جی بھر کر گُلگُلے کھائے گا۔کیا سمجھی!''

صندلی وہاں سے دَوڑی دَوڑی بھوندوٗ بھالوٗ کی گُپھا میں پہنچی۔مگر وہاں اُسے نہ تو گل آرا مِلی اور نہ ہی بھوندوٗ مِلا۔صندلی وہاں سے پھر پلٹی اور ببوٗل کے جِن کے پاس پہنچی۔

''او ببوٗل کے جِن، توٗ جھوٗٹ بات کیوٗں کرتا ہے؟ میری گل آرا بھوندوٗ کی گُپھا میں نہیں ہے۔اب توٗ سیدھی طرح بتلا دے' میری گل آرا کہاں ہے' ورنہ اب گل آرا کا باپ

آتا ہی ہوگا۔ وہ تجھے گول مٹول کر کے ببؤل کی اسی کھوہ میں ٹھونس دے گا۔ پھر گوبر کے اُپلے اور مُلتانی مٹّی سے اِس کھوہ کا مُنہ بند کر دے گا۔ تب تو' ببؤل کی کھوہ میں اَڑس کر رہ جائے گا اور وہاں سے کبھی نہیں نکل پائے گا۔''

''اری او صندلی، تو' میری بات تو سُن! جسولہ کو مت بُلا اور مجھے ببؤل کی کھوہ میں مت پھنسا۔ تیری گل آرا بھوندؤ بھالوٗ کی گُپھا میں تھی۔ بھوندؤ اُس کے لئے جھوٗلا ڈالنے کا سامان کرنے گیا ہُوا تھا۔ اِتنے میں اَژدہوں کا راجا جِگارو وہاں آیا۔ وہ تیری گل آرا کو بھالوٗ کی گُپھا سے اُٹھا لے گیا ہے۔ جِگارو پال پوس کر اُسے بڑی کرے گا، پھر گل آرا مال پُوا تل تل کر اُسے کھلائے گی، سمجھ گئی!''

صندلی وہاں سے بھاگتی دَوڑتی اَژدہے کے غار میں پہنچی مگر اَژدہے کے غار میں اُسے نہ ہی گل آرا مِلی اور نہ ہی اَژدہا مِلا۔ اُسے غصّہ آ گیا۔ وہ پھر بھاگتی ہوئی گئی اور ببؤل کے جِن کے پاس پہنچی۔

''ارے او ببؤل کے جھوٹے جِن! تو' نے پھر مجھے بے وقوٗف بنایا۔ مَیں اب

www.urduchannel.in

سچ مچ جسولہ کو بُلا کر لے آتی ہوں۔ پھر ہم دونوں مِل کر تیرے ببؤل کے نیچے ڈھیر ساری لکڑیاں لا کر رکھ دیں گے اور لکڑیوں میں آگ لگا دیں گے پھر تو' تیرے اِسی ببؤل کے ساتھ جل کر بھسم ہو جائے گا۔ اب بول کیا بولتا ہے۔''

''اے گل آرا کی ماں صندلی! تو' یہاں لکڑیاں لے کر مت آنا اور میرے ببؤل کو مت جلانا۔ مَیں بالکل سچ سچ بتلاتا ہوں۔ گل آرا اَژدہے کے غار میں تھی۔ اَژدہا اُس کے لئے گائے کا دوٗدھ تلاش کرنے نکلا تھا۔ اُس وقت وہاں دھساؤ بھیڑیا گھُس آیا۔ وہ تیری گل آرا کو وہاں سے اُٹھا کر لے گیا ہے۔ دھساؤ بھیڑیا گل آراء کو پال پوس کر بڑی کرے گا پھر گل آرا سموسے تَل تَل کر اُسے کھِلائے گی۔ اب سمجھی!''

صندلی وہاں سے دَوڑ کر گئی اور بھیڑیے کے بھَٹ میں پہنچی لیکن بھیڑیے کے بھَٹ میں اُسے نہ تو گل آرا مِلی اور نہ بھیڑیا مِلا۔ صندلی کا غصّہ بڑھتا جا رہا تھا، وہ پھر اُلٹے پاؤں واپس ہوئی۔

ببؤل کے جِن نے اُسے دوٗر ہی سے دیکھ لیا اور وہیں سے چیخ کر بولنے لگا:

''اری او صندلی! تو' چوٗلھے پر گوشت چڑھا کر نکلی تھی۔ ذرا دیکھ تو سہی، تیرے گھر سے گوشت کے جلنے کی بوٗ آ رہی ہے۔ تیرے اچھّے پکوانوں کی خوش بو تو مجھے کبھی سوٗنگھنے کو نہیں مِلی مگر گوشت جلنے کی یہ سڑی بوٗ بھلے ہی میرے ببؤل تک آ پہنچی؛ ارے واہ رے تیرا پکوان صندلی!.. اور سُن ذرا، ہاتھیوں کا سردار ڈھگاسوٗں بھیڑیے کے بھَٹ سے تیری گل آرا کو نکال لایا ہے۔ بھالو، اَژدہا اور بھیڑیا، یہ تینوں گل آرا کی تلاش میں پریشان ہیں اور ڈھگاسوٗں اُسے لے کر تیرے گھر کی طرف جا رہا ہے۔''

ڈھگاسوٗں کا نام سُن کر صندلی کو تھوڑا اِطمینان ہُوا۔ وہ وہاں سے دَوڑ کر اپنے گھر پر

آئی۔ گوشت تو سارا جل بھُن کر کوئلہ ہو چلا تھا لیکن گھر پر گل آرا اپنے جھوُلے میں موجوُد مِلی اور ڈھگاسوُں کھڑکی میں سے اپنی سوُنڈ ڈال کر اُسے جھوُلا دے رہا تھا۔

اِتنے میں گل آرا کا باپ جسولہ گھر میں داخل ہُوا۔ صندلی نے اُس سے سوال کِیا:

''کہاں رہ گئے تھے آج؟ آج واپسی میں اِتنی دیر کیوں لگ گئی؟ آج کا پوُرا دِن پریشانی میں گزرا ہے۔''

''اری پگلی، آج کا حال کیا پوُچھتی ہے! آج سویرے سویرے جب مَیں سفر پر نکلا تو راستہ بھٹک گیا تھا۔ پھر یہ ڈھگاسوُں مجھے وہاں مِل گیا۔ اِس نے مجھے اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا اور مجھے لے کر گھنے جنگل میں ایک سمت گھُستا چلا گیا مجھے یہ بہت دوُر تک لے کر گیا۔ وہ ایسا علاقہ تھا جہاں انسانوں کا گزر نہیں ہے۔

وہاں پہاڑی کے دامن میں بڑی بڑی کھائیاں تھیں۔ ایک کھائی میں نیچے مَیں نے جب جھانک کر دیکھا تو وہاں ہاتھیوں کا مرگھٹ تھا۔ مرے ہوئے ہاتھیوں کے پنجر اور ہاتھی دانت وہاں جگہ جگہ پڑے ہوئے تھے۔ مَیں نے وہ جگہ اچھی طرح دھیان میں رکھ لی۔ پھر

www.urduchannel.in

ڈھگاسوُں نے مجھے واپس لا کر راستے پر چھوڑ دیا۔

اب مَیں بازار سے بہت بڑا اور مضبوُط رسّہ لے کر آؤں گا۔ اُس رسّے کی مدد سے کھائی میں اُتروُں گا۔ وہاں سے ہاتھی دانت اُٹھا اُٹھا کر رسّے میں باندھ کر دوُں گا اور توُ رسّے کے ذریعے اُنھیں اوُپر کھینچتی جانا۔ پھر وہ ہاتھی دانت مَیں سوداگروں کو بیچ آؤں گا۔ اِس طرح کچھ کچھ دَولت ہمارے ہاتھ آ جائے گی۔

پھر ہم بستی میں گھر دوار کر لیں گے، بڑا کاروبار کر لیں گے اور اَمن چین سے رہیں گے۔ اب سمجھی مَیں دِن بھر کہاں رہ گیا تھا!''

صندلی کا تو چہرہ کھِلا پڑ رہا تھا۔ دوُسرے دِن صندلی اور جسولہ نے مِل کر ڈھیر سارے گلگلے، مالپوئے، بھجیے اور سموسے تلے اور جنگل کے سارے جانوروں کی دعوت کی۔ ہاتھیوں کے سردار ڈھگاسوُں کے لئے اُنھوں نے پوُرن پوُری بنائی۔ پوُرن پوُری اُنھوں نے خود بھی کھائی اور ہاتھی کو بھی کھِلائی۔

بداچھّا بدنام بُرا

ظرفہ اور طوسی، گلّمی نانی کی نواسیاں تھیں۔ اُنھیں بس آجا، نانی کے یہاں جانے کی پڑی رہتی تھی؛ اس کے لئے وہ روز کچھ نہ کچھ بہانہ ڈھونڈ لیتی تھیں۔ ظرفہ بڑی تھی اور بڑی شرارتی تھی۔ اُس کی رگ رگ میں شرارت بھری ہوئی تھی؛ سارا محلّہ اُس سے عاجز تھا۔

اُس کے گھر اور نانی کے گھر کے عین بیچ میں بازار پڑتا تھا جو بہت دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ بازار کے میدان میں بہت سے تماشے والے بھی آتے رہتے تھے۔ ظرفہ اور طوسی کو تماشا دیکھنے کا بھی بڑا شوق تھا۔ کبھی مداری کا کھیل تو کبھی جادوگر کا جادو، کبھی سرکس تو کبھی نَٹ کا تماشا۔ بازار میں تو روزانہ کچھ نہ کچھ نیا رہتا ہی ہے۔

ایک دن بازار میں سانپ والا مداری آیا ہوا تھا۔ وہ بڑی دیر سے بکواس کر رہا تھا مگر پِٹاری میں سے سانپ نکال کر دِکھاتا نہیں تھا۔ اُس کی بکواس سُنتے سُنتے ظرفہ کو غصّہ آ گیا۔

''بڑا منحوس ہے، سانپ دِکھاتا نہیں اور فالتو بک بک کر رہا ہے۔''

''دیکھو نا باجی! بس وقت برباد کر رہا ہے۔ چلو جانے دو، چلتے ہیں۔'' طوسی جھنجھنائی

''نہیں نہیں، تو رُک ابھی، کوئی نہ کوئی رستہ نکالتی ہوں۔'' ظرفہ دھیرے سے بولی۔

یہ دونوں جہاں کھڑی ہوئی تھیں، وہاں پر پیچھے بانس کی وہ چپٹی پٹّیاں پڑی ہوئی تھیں جو ٹٹر ٹوکری، بہنگی وغیرہ بنانے میں اِستعمال ہوتی ہیں اور جو بانس کو چھیل کر بناتے ہیں ظرفہ نے بھیڑ میں سے ہٹ کر ٹٹر کی ایک پٹّی اُٹھالی۔ وہیں زمین پر ایک ٹوٹی ہوئی سوئی بھی پڑی مِل گئی۔ ظرفہ نے وہ سوئی اُٹھا کر ٹٹر کی پٹی کے ایک سِرے پر کھونس دی۔ پھر اُس پٹی کو زمین پر ڈال دیا اور واپس طوسی کے پاس آ کھڑی ہوئی وہ اُس پٹی کو پاؤں سے آگے کی طرف

www.urduchannel.in

سرکاتی جاتی تھی۔ مداری کے رکھے ہوئے پیارے کے نیچے سے ہوکر وہ پٹی دھیرے دھیرے آگے بڑھتی گئی اور سانپ کی پِٹاری سے جا لگی، اِس طرح کہ سوئی پٹاری کے اندر داخل ہوگئی۔

پٹاری کے اندر سانپ کو وہ سوئی چبھنے لگی اور اس سے سانپ بے چین ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں پِٹاری میں حرکت پیدا ہوئی۔ اچانک وہ پِٹاری اُچھل کر چاک کی مانند کھڑی ہوگئی اور چکری کی طرح گھومتی ہوئی تماشے کے میدان میں آ گئی۔ پٹاری کو چکری کی طرح چلتے دیکھ کر مداری چوندھیا گیا۔ دَوڑ کر اُس نے سانپ کی وہ پِٹاری پکڑ لی، بوکھلاہٹ میں اُس نے پٹاری کا ڈھکن کھول دیا۔ پٹاری میں سے ناگن نے پھن اُٹھایا اور مداری کے ہاتھ پر ڈَس لیا۔

'ارے یہ کیا کرتی ہے' کہہ کر مداری نے وہ ہاتھ چھڑایا تو ناگن نے دوسرے ہاتھ میں بھی ڈَس لیا۔ ناگن کی اِس حرکت پر مداری سٹپٹا گیا۔ اُس نے مڑ کر لوگوں سے کہا:

''ہاں تو صاحبان! آپ دیکھ رہے ہیں نا، یہ ناگن بہت غصّے میں ہے۔ آپ لوگ جلدی یہاں سے رفوچکّر ہو جائیں۔ آج کا کھیل ختم...''

ظرفہ نے وہ ٹٹر کی پٹی پاؤں سے سرکا کر پھر پیچھے کی طرف دھکیل دی تھی اور اَب وہ

دونوں بہنیں نانی کے گھر کی طرف رَوانہ ہو رہی تھیں ۔ چلتے چلتے طوسی کہنے لگی:

''اب اُس مداری کو سانپ نے کاٹ لیا ہے، وہ بے چارہ مرجائے گا، تب؟

''نہیں مرے گا، یہ لوگ سانپ کے زہر کے دانت نکال لیتے ہیں۔'' ظرفہ بولی۔

دوسرے دِن وہ مداری پھر بازار میں تماشا دِکھاتا ہوا نظر آیا، تب ظرفہ کی بات طوسی کی سمجھ میں آئی اور اُسے اِطمینان ہوا۔

اِسی طرح ایک دفعہ کی بات ہے۔ یہ دونوں بہنیں بازار سے گزر رہی تھیں ۔ وہاں بکری کی ایک میمنی بِکنے کے لئے آئی تھی۔ یہ میمنی بالکل اُس بکری کی طرح تھی جو اُن کی نانی کے یہاں کبھی تھی۔ اُنھوں نے اُسے بڑے لاڈ پیار سے پالا تھا، جو بعد میں بیمار ہو کر مرگئی تھی اُس میمنی کے بارے میں یہ دونوں بہنیں اپنے دل میں مسوس رہی تھیں ۔

دونوں بہنیں ذرا آگے بڑھیں تو نٹ کا تماشا دِکھانے والے ڈھول بجا رہے تھے۔ سامنے اونچائی پر رسّہ تنا ہوا تھا؛ تماشے والے کی لڑکی اُس رسّے پر چل کر کھیل دِکھانے والی تھی۔

ظرفہ نے چلتے چلتے راستے میں ایک جگہ ریزر پتّی پڑی ہوئی دیکھی۔ اُس نے وہ ریزر بلیڈ اُٹھا لی پھر طوسی کو دھیرے دھیرے کچھ سمجھانے لگی۔ طوسی نے سر ہلا کر ہامی بھر لی۔

اب نٹ کے گرد بھیڑ اِکٹھّا ہو چکی تھی۔ نٹ نے بھیڑ کے دائرے کے باہر دونوں طرف موٹی موٹی سلاخیں گاڑ رکھی تھیں اور اُن سلاخوں میں باندھ کر رسّہ تان رکھا تھا۔

ظرفہ نے سبھوں کی نظر بچا کر رسّے کو ایک جگہ ریزر پتّی سے چھیل ڈالا۔ کٹنے کو جب تھوڑا سا رسّہ باقی رہ گیا تو اُس پر تھوک لگا دیا؛ ایسا لگے جیسے کسی جانور نے یہاں کتر ڈالا ہے۔ اُس کے بعد وہ دونوں بہنیں چپکے سے آکر تماشا دیکھنے والوں کی بھیڑ میں شامل ہوگئیں نٹ کی لڑکی اب اُس رسّے پر چڑھ آئی تھی۔ پھر وہ اپنے ہاتھ میں بانس لے کر چلنے

www.urduchannel.in

لگی۔ اُس کا رسّے پر آگے پیچھے دو تین چکّر ہی ہوا ہوگا کہ اچانک رسّہ ٹوٹ گیا اور نیچے ڈھے گیا اُس کے ساتھ ہی وہ لڑکی گرنے کو ہوئی، بس یہ دونوں بہنیں بڑی پھرتی سے دَوڑ پڑیں اور اُس لڑکی کو گرنے سے پہلے اپنے ہاتھوں پر تھام لیا اور اُسے گرنے سے بچا لیا۔

اِنھیں تو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ رُسّہ ٹوٹنے والا ہے اور وہ لڑکی گرنے والی ہے۔ یہ دونوں اُسے بچانے کے لئے پہلے ہی سے ہوشیار اور تیار تھیں ۔ پر یہ بات تماشا دیکھنے والوں کو تھوڑے ہی معلوم تھی کہ لڑکی کو گرانے کا اِنتظام بھی اِنھوں نے ہی کِیا ہے۔ لوگ تو ایسا سمجھ

رہے تھے کہ ان دونوں بہنوں نے اُس لڑکی کو بچا لیا ہے گویا بڑی بھلائی کا کام کر ڈالا ہے۔

پھر تو پوچھو مت، تماشا دیکھنے والے دَوڑ پڑے اور اِن دونوں بہنوں کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اِن کی بڑی تعریفیں ہونے لگیں ۔ کچھ لوگوں نے اِن کی بہادری پر خوش ہو کر کچھ روپے دینے چاہے۔ پیسے دیکھ کر ظرفہ پوچھنے لگی: ...یہ کیا ہے؟...

''یہ ہماری طرف سے تمھارا اِنعام ہے۔'' ایک بھلے آدمی نے جواب میں کہا۔

''ایسا کیا!... ہماری میڈم کہتی ہیں کہ کوئی اِنعام دے تو لے لینا چاہیے، چاہے وہ

تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو۔''

''تھوڑا سا کیوں، تمھیں تو اِس بھلے کام پر جتنا بھی انعام دیا جائے، کم ہے۔

'اے بھائی لوگ! سب لوگ اپنی اپنی جیب ڈھیلی کرو۔ دس بیس روپے سے کوئی مر نہیں جاتا'

بس پھر کیا تھا۔ ذرا سی دیر میں ظرفہ اور طوسی کا دامن روپیوں سے بھر گیا۔ نٹ میاں بیوی اور اُن کی لڑکی اِنھیں احسان مند نظروں سے دیکھ رہے تھے...وہ اِنعام الگ۔

پھر دونوں بہنیں وہاں سے چل دیں اور وہاں پہنچیں جہاں بکری کی میمنی کا سوداگر تھا۔ اِنھوں نے وہ روپے دے کر اُس میمنی کو خرید لیا اور اُسے لے کر نانی کے گھر پہنچیں۔

بس اِس قِسم کی شرارتیں کرنا ظرفہ کا آئے دِن کا کھیل تھا۔

پھر ایک دِن کیا ہوا...محلّے کا ایک نوجوان چھوکرا 'چھوٹو بکھار والا' ظرفہ کی نانی کے گھر دَوڑ کر آیا...وہ بڑے غصّے میں تھا۔ کل رات اُس کی لکڑی کی بکھار میں آگ لگ گئی تھی، اُس کا بڑا نقصان ہوا تھا۔ وہ آ کر بڑے تاؤ میں ظرفہ کی نانی سے کہنے لگا: ''سُن رہے ہو کیا نانی کل رات میری بکھار میں جو آگ لگی تھی، وہ تمھاری نواسی نے لگائی تھی...بڑی والی، سمجھے کیا

''ارے واہ رے واہ، تیری بکھار کدھر، میری نواسی کدھر۔ بھلا اُس کا بکھار کی آگ سے کیا لینا دینا رے بھیّا۔ تو' کاہے پر سے ایسا کہہ رہا ہے کہ آگ اُس نے لگائی؟''

''کل رات وہ وہاں تھی، سب نے اُسے وہاں دیکھا تھا''...

''آگ کا تماشا دیکھنے کے لئے تو ساری دُنیا وہاں تھی۔ پھر ہماری بچّی نے ہی آگ لگائی، ایسا کاہے پر سے؟ تو' نے اُسے آگ لگاتے ہوئے دیکھا تھا کیا، بول تو' نے دیکھا؟''

''ساری دُنیا کی شرارت تو اُس میں بھری ہوئی ہے، کوئی دیکھے یا نہ بھی دیکھے۔''

''ارے واہ رے واہ! وہ شرارتی ہے، اپنے گھر کی ہے۔ تیرے بکھار کی آگ سے

اُس کو کیا مطلب ہے۔ اور پھر وہ جیب میں ماچس لے لے کر پھرتی ہے کیا...کیوں رے!''

'' کیا بھروسہ، اگر جیب میں ماچس رکھتی ہی ہوگی تو؟''

''نہیں نہیں، ایسا بول کہ وہ تیری بکھار جلانے کے واسطے ہی پیدا ہوئی تھی بول بول بولنے کو کیا لگتا ہے...''اب ظرفہ کی نانی کو بھی تاؤ آ گیا تھا۔ اُس کے بعد نانی نے چھوٹو کو ایسی بے طرح سُنائی کہ چھوٹو جتنے تاؤ میں وہاں آیا تھا اُتنے ہی ٹھنڈے ٹھنڈے وہاں سے چلا گیا۔

اُس کے چلے جانے کے بعد ظرفہ روہانسی ہو کر بولنے لگی:

''نانی، بکھار میں مَیں نے کچھ نہیں کِیا۔ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ بھلا بے مطلب کا کام مَیں کیوں کرنے لگی۔''

''دیکھ ظرفہ، اِسی لئے ہم کہتے تھے کہ یہ سب شرارتیں چھوڑ دے؛ مَیں یہ جانتی ہوں کہ بکھار کی آگ سے تیرا کچھ مطلب نہیں ہے لیکن وہ جو کہتے ہیں نا کہ 'بد اچھا بدنام بُرا' اب کسی کے یہاں ایسا کچھ ہوا تو بس وہ اِسی طرح ڈنڈا لے کر اَپنے گھر پر چڑھ دَوڑے گا سمجھی۔''

''مَیں اب کسی طرح کی کوئی شرارت نہیں کروں گی نانی'' ظرفہ نے رو رو کر کہا۔

www.urduchannel.in

سنہری چڑیا

شرفُن بیوہ تھی اور وہ بڑی سیدھی سادی عورت تھی۔ اُس کے چار بچّے تھے؛ دو لڑکے، دو لڑکیاں۔ بچّوں کے یتیم ہو جانے کے بعد سے شرفُن کو محنت مزدوری کرنی پڑ گئی لیکن وہ محنت سے جی نہیں چُراتی تھی اور کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتی تھی۔ وہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ہنس بول کر رہا کرتی تھی اپنے بچّوں سے بھی وہ یہی کہتی رہتی تھی کہ ہر حال میں خوش رہنا سیکھو وہ اپنے بچّوں کی فکر میں کچھ پریشان بھی رہتی تھی اور اُن کے لئے ہمیشہ دُعائیں مانگا کرتی تھی

ایک دِن ایک سنہری چڑیا اُڑتی اُڑتی اُس کے گھر میں گھس آئی۔ شرفُن کے بچّوں نے اُس چڑیا کو دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئے۔ سنہری چڑیا خوب چمکیلی اور بڑی خوب صورت تھی۔ اُسے دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے وہ کوئی پَری ہو جسے کسی جادوگر نے اپنے جادُو کے زور پر چڑیا بنا دِیا ہو۔

''ارے یہ تو چڑیوں کی رانی دِکھائی دیتی ہے۔'' شرفُن نے کہا۔

بس پھر شرفُن کے بچّوں نے جھٹ دَوڑ کر گھر کا دروازہ اور کھڑکیاں بند کر دِیں۔ اِس طرح سنہری چڑیا اُن کے مکان میں قید ہو کر رہ گئی۔ اُنھوں نے تھوڑی دَوڑ دھوپ کر کے چڑیا کو پکڑ لیا اور اُسے ایک پنجرے میں بند کر کے رکھ لیا۔

اَڑوس پڑوس کے بچّے بوڑھے سبھی اُس عجیب چڑیا کو دیکھنے کے لئے دَوڑے چلے آئے۔ چڑیا میں ایک کمال یہ تھا کہ وہ آواز کی نقل کرتی تھی۔ بچّے جیسی آواز لگاتے تھے، چڑیا اُن کی بات پلٹ کر واپس کرتی تھی۔ پھر تو چڑیا کو دیکھنے کے لئے سارا گاؤں ہی اُلٹ پڑا۔

www.urduchannel.in

ہوتے ہوتے اُس عجیب وغریب چڑیا کی خبر اُس ملک کی شہزادی تک پہنچ گئی۔

شہزادی نے بادشاہ سے اپنی تمنّا ظاہر کی کہ وہ اُس چڑیا کو پالے گی۔ بادشاہ نے فوراً اپنے آدمیوں کو ایک ہزار اشرفیوں کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ ہر حال میں اُس چڑیا کو لے کر آئیں۔

شرفُن کو بھی یہ خبر پہنچ گئی کہ چڑیا کے بدلے میں بہت سی اشرفیاں مِلنے والی ہیں۔ وہ بے حد خوش ہو گئی، 'واہ! اب تو مَیں امیر ہو جاؤں گی۔ مَیں تو رانی کے جیسی رہوں گی اور میرے بچّے شہزادے اور شہزادیوں کے جیسے۔' پھر ایکا ایکی اُسے نہ جانے کیا ہو گیا۔ دَولت ہاتھ آ

جائے تو اِنسان قابو میں نہیں رہتا، وہ اپنے یہاں آئے ہوئے پڑوسیوں کو زور زور سے ڈانٹنے لگی اور اپنے یہاں سے بے عزّت کر کے ہکالنے لگی۔ پڑوس کے لوگ اُس کا ایسا برتاؤ دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے کیوں کہ اُنھوں نے اِتنی اَکڑفوں اِس سے پہلے شرفُن میں نہیں دیکھی تھی۔

ذرا سی دیر میں بادشاہ کے آدمی چاندی کا پنجرہ لے کر آ گئے۔ شرفُن اپنے پنجرے میں سے چڑیا کو پکڑ کر چاندی کے شاہی پنجرے میں ڈالنے ہی والی تھی کہ چڑیا شرفُن کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اُڑ کر چلی گئی۔ بادشاہ کے آدمی نامُراد ہو کر محل واپس ہو گئے۔

شرفُن کا دولت کا ارمان دھرا کا دھرا رہ گیا، اِس کا صدمہ تو جو ہُوا سو ہُوا، اُوپر سے پڑوسیوں کی طرف سے چاند ماری شروع ہوگئی۔ پڑوسیوں کے طعنے تشنے شرفُن سے سُنے نہیں گئے۔ مارے شرم کے شرفُن گھر میں جا گھسی اور دروازہ بند کرلیا۔

دوُسرے دِن سویرے مُنہ اندھیرے شرفُن اُٹھی۔ اُس نے اپنے بچّوں کو بھی جگایا۔ پھر وہ بچّوں کو لے کر گاؤں سے باہر نکل پڑی۔ اصل میں وہ اپنے پڑوسیوں کا سامنا کرنے سے کترا رہی تھی اور کل کی اپنی اَکڑفوں پر بہت پچھتا رہی تھی۔ اُسے سنہری چڑیا کے ہاتھ آ کر نکل جانے کا دُکھ تو تھا، لیکن اِس سے زیادہ دُکھ اِس بات کا تھا کہ اُس نے اپنے پڑوسیوں کا دِل دُکھایا ہے۔ وہ اپنے بچّوں کو لے کر بستی سے بہت دوُر نکل آئی اور ندی کے پاس ایک پتھریلی سپاٹ جگہ پر قیام کِیا۔ وہاں بیٹھے بیٹھے وہ اپنے بچّوں کے لئے پھر دُعائیں مانگنے لگی

اُس کے بچّوں نے ندی کی کِنارے پر جنگلی پھلوں کے بہت سے درخت دیکھے۔ بچوں نے اُن درختوں سے پھل توڑ توڑ کر کھائے پھر ندی کے کنارے ہی ریت میں پانی کا جھیرا کھودا۔ جھیرے کا پانی صاف کِیا اور پانی پیا۔ پھر وہ وہیں ندی کی ریت پر کھیلنے لگ گئے۔

ندی کنارے اِن لوگوں کے بیٹھے ہوئے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ شرفُن کا چھوٹا لڑکا 'ڈھمپو' اچانک ماں کے پاس دَوڑ کر آیا۔ اُس نے ایک جھٹکے سے شرفُن کی اوڑھنی کھینچ لی اور پھر جھیرے کی طرف بے تحاشا دوڑتا ہُوا گیا۔ جاتے ہی اُس نے پانی کے جھیرے پر اوڑھنی پھیلا کر چھاپ دی اور آپ اُس اوڑھنی پر اِس طرح اَوندھ گیا کہ اُس کے ہاتھ اور پیَروں کی مدد سے اوڑھنی چاروں طرف سے تن گئی اور وہ اوڑھنی جھیرے کے اوُپر کی چھت بن کر رہ گئی۔' پھر ڈھمپو' زور زور سے اپنے بھائی بہنوں کو آواز دینے لگا:

''سُنبل، سَمنا، جلدی دَوڑو! اِدھر آؤ جلدی... اشرفیاں!'' ڈھمپو' کے جو مُنہ میں

آیا بولتا گیا، پھر یہ چاروں دَوڑ کر اُس کے پاس پہنچے۔ ڈھمپو' پھُسپھُساتی ہوئی آواز میں بولا:

''جلدی سے اوڑھنی کی کِنار کو سب طرف سے دبالو؛ جھیرے کے اندر سنہری چڑیا ہے۔ وہ یہاں پانی پینے آئی تھی، میَں نے اُس پر اوڑھنی ڈال کر اُسے بند کرلیا ہے۔'

چاروں بھائی بہنوں نے اوڑھنی کو زمین سے چپکا رکھا تھا اور جھیرے میں سے چڑیا اُڑ اُڑ کر اوڑھنی پر چونچ مار رہی تھی۔ شرفُن نے اوڑھنی کے نیچے ریت میں سے اپنا ہاتھ جھیرے میں ڈالا۔ چِڑیا نے چونچ مار مار کر اُس کے ہاتھ کو زخمی کر ڈالا لیکن آخر کار شرفُن نے

چڑیا کو پکڑ ہی لیا۔

پھر شرفُن اور اُس کے بچّے وہاں سے بازار گئے، بازار سے نیا پنجرہ خریدا، اُس پنجرے میں چڑیا کو بند کِیا، پھر وہ پنجرہ لے کر بادشاہ کے محل کی طرف چلے۔

اُدھر محل میں شہزادی نے 'سنہری چڑیا، سنہری چڑیا' کی رَٹ لگا رکھی تھی۔ بادشاہ نے عاجز آ کر یہاں تک اعلان کر دیا تھا کہ 'جو کوئی سنہری چڑیا کو ڈھونڈ کر لے آئے گا، ہم اُسے ہزار کی بجائے دس ہزار اشرفیاں اِنعام میں دیں گے۔'

www.urduchannel.in

شرفُن نے محل میں جا کر سنہری چڑیا کا پنجرہ شہزادی کے حوالے کر دِیا۔ بادشاہ نے اپنے وعدے کے مطابق دس ہزار اشرفیاں شرفُن کو دے دیں اور شاہی بگھّی میں اُسے اُس کے گھر پہنچانے کا اِنتظام بھی کِیا۔

اشرفیوں سے لدی پھندی شاہی بگھّی شرفُن کے آنگن میں آ کر رُکی۔ پڑوسیوں نے پھر اُسی طرح شرفُن کے گھر پر بھیڑ لگا لی۔ شرفُن نے فوراً پڑوسیوں سے اپنے غلط برتاؤ کی معافی مانگی پھر اُس نے اَشرفیاں لا کر اپنے گھر میں رکھوائیں۔

ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ محل کی طرف سے خبر آئی:

'شہزادی پنجرہ لیے سنہری چڑیا سے کھیل رہی تھی، کسی طرح پنجرے کا دروازہ کھل گیا اور سنہری چڑیا شہزادی کے ہاتھ سے جاتی رہی' لیکن اب کی مرتبہ چڑیا کے کھو جانے پر شہزادی نے رونا دھونا نہیں مچایا اور صبر کر کے رہ گئی۔

www.urduchannel.in

شریر لڑکا

شرگل ایک شریر لڑکا تھا۔ اپنی شرارتوں کی وجہ سے ہی وہ پہچانا جاتا تھا۔ محلّے کے سیدھے سادے لڑکے تو اُس کے پاس پھٹکتے ہی نہیں تھے۔ اُس کی ماں بھی اُس سے بہت تنگ آ گئی تھی مگر وہ شرارت سے باز نہیں آتا تھا۔ شرارت کرنے میں ہی اُسے مزہ آتا تھا۔

اُس کا باپ بادشاہ کی فوج میں سپاہی رہ چکا تھا جو جنگ میں کام آ گیا تھا اور اب اُس کا وظیفہ بادشاہ کی طرف سے مِلتا تھا؛ اُسی وظیفے پر ماں بیٹے کا گزارا ہوتا تھا۔

بادشاہ کے وزیر کی حویلی اُسی محلّے میں تھی۔ شرگل کی ماں چاہتی تھی کہ شرگل کوئی کام کا لڑکا بن جائے، اِس کے لئے اُس نے وزیر سے جا کر گزارش کی کہ 'شرگل کو بادشاہ سلامت کے یہاں کوئی کام دِلا دیں۔' گزارش سُن کر وزیر بُری طرح بھڑک اُٹھا، آپے سے باہر ہو گیا

''ہائیں کیا مطلب؟ مجھے کیا اُس کے قرینے معلوم نہیں ہیں یا پھر تم نہیں جانتیں کہ تمھارا لڑکا کتنا لفنگا اور گنوار ہے؟ شہر بھر میں شیطان کے جیسا مشہور ہے۔ کون اُسے منہ لگانا پسند کرے گا۔ اُس کے لئے سفارِش کر کے مَیں اپنی عزّت پر بٹّہ نہیں لگاؤں گا۔''

وزیر نے ٹکا سا جواب دے دِیا۔ ماں نے گھر آ کر شرگل کو خوب پھٹکارا۔

دوسرے ہی دِن کی بات ہے۔ شرگل یوں ہی سڑک پر آوارہ پھر رہا تھا۔ اُسی سڑک پر وزیر صاحب تانگے پر سوار اپنے گھر جا رہے تھے۔ اُنھوں نے اپنی ٹوپی اُتار کر اپنے بازو میں رکھی تھی۔ وہ ٹوپی تانگے پر سے سَرک کر نیچے سڑک پر گر پڑی اور وزیر صاحب کو ٹوپی کی سُدھ نہ ہوئی۔ شرگل نے چپکے سے وہ ٹوپی اُٹھا لی۔

ٹوپی لے کر شرگل کو وزیر کی حویلی کی طرف جانا چاہیئے تھا لیکن وہ بادشاہ کے محل کی طرف چلا۔ محل کے پاس پہنچا تو وہاں ایک گدھا گھاس چرتا ہُوا دِکھائی دِیا۔ شرگل نے دھاگے کی مدد سے وزیر کی ٹوپی گدھے کے سَر پر منڈھ دی اور اُسے لے کر محل کی طرف بڑھا۔ اُس نے گدھے کے آگے کیلے کے چھلکے پھینک دِیے اور آپ وہاں سے دوُر چھُپ کر بیٹھ گیا۔

محل کے دربانوں نے دیکھا کہ محل کے دروازے کے سامنے گدھا چَر رہا ہے جس نے وزیر صاحب کی ٹوپی پہن رکھی ہے۔ دربان ہنسنے لگے اور اُس گدھے کو ہانک کر محل کے احاطے میں لے آئے۔ محل میں وزیر کی ٹوپی کا تماشا بن گیا۔

شرگل کو بیٹھے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ محل کے احاطے میں ہنگامہ بَرپا دِکھائی دِیا۔ گدھے کے گِرد محل کے لوگوں کی بھیڑ تھی اور بادشاہ غصّے میں تھا:

''یہ کس کی حرکت ہے؛ اُس کا پتہ لگایا جائے۔''

لیکن محل کے لوگوں کو ہنسنے سے فرصت نہیں تھی، وہ حرکت کا پتہ کیا لگاتے۔ آخر کار بادشاہ نے ٹوپی کو دھونے اور اُسے سُکھانے کا حُکم دے دِیا اور خود پیر پٹکتا ہُوا محل میں چلا گیا

www.urduchannel.in

شرگل نے گھر واپس جانے کا اِرادہ کِیا اور وہ پلٹ کر اُٹھا ہی تھا کہ محل میں پھر ٹوپی پر ایک ہنگامہ اُٹھ کھڑا ہُوا، کیوں کہ ٹوپی کو محل کی منڈیر سے ایک بندر نے اُچک لیا تھا اور وہ اُسے لے کر چھلانگیں مارتا ہُوا چلا جا رہا تھا۔ اب وہاں بندر کو گھیرنے، دھمکانے، چیخنے اور چلّانے کا سِلسلہ شروُع ہو گیا۔

بار بار ہنگامے اور چیخ پکار کی آواز سُنی تو محل کے اَڑوس پڑوس کے لوگ بھی دَوڑے چلے آئے۔ اُنہی لوگوں کی بھیڑ میں شرگل بھی آ کر شامل ہو گیا۔ بندر چھلانگیں مارتا ہُوا محل سے دوُر جاتا ہُوا نظر آیا۔ وہ ٹوپی بادشاہ نے خاص طور پر وزیر کے لئے بنوا کر دی تھی اور بادشاہ کو یہ چیز برداشت نہیں تھی کہ وزیر کی ٹوپی کی بے حُرمتی ہو۔ اِس لئے بادشاہ نے فیصلہ صادِر کِیا کہ

''جو کوئی بندر سے ٹوپی لے کر آئے گا، اُسے اِنعام دِیا جائے گا۔''

بس پھر نوخیز لڑکوں کی تو بن آئی۔ وہ سب بندر کے پیچھے دَوڑ پڑے۔ اُنہی لڑکوں میں شرگل بھی تھا جو بندر کے پیچھے بھاگا چلا جا رہا تھا۔ جب جنگل کا علاقہ لگ گیا تو اور لڑکوں کی ہمّت جواب دے گئی۔ وہ لڑکے واپس پلٹ گئے لیکن شرگل جنگل میں بھی بندر کا پیچھا کرتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد شرگل محل کی طرف بھاگتا ہُوا چلا آرہا تھا مگر وہ خالی ہاتھ تھا۔ اُس نے دربانوں کی پرواہ نہیں کی اور دَوڑتا ہُوا محل میں جا گھسا۔ لوگ 'ارے ارے' کرتے ہی رہ گئے اور شرگل سیدھا بادشاہ کے پاس جا پہنچا۔ وہ بادشاہ کے کان میں اِس طرح کھسر پھسر بولنے لگا جیسے بادشاہ اُس کا 'بچپن کا دوست' ہو۔

''حضُور! جنگل میں ڈاکوُ کی ذات کے کچھ لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آپ اپنے سپاہیوں کو میرے ساتھ کر دیجیے، پھر دیکھیے: مَیں اُن ڈاکوؤں کا باجا بجا دُوں گا۔''

لڑکے کی ہمّت اور سادگی بادشاہ کو بڑی بھلی لگی۔ وہ اُس کی بات پر ہنس پڑا اور مارے شوق کے وہ بھی سپاہیوں کے ساتھ چلنے کو تیّار ہو گیا۔ جب موقع پر پہنچے تو ڈاکوؤں کو کِس طرح گھیرا جائے اِس کی فکر پڑی۔ اِس کے لئے شرگل نے سپاہیوں کو طرح طرح کے خاموش اِشارے کِیے جیسے وہ کوئی کھیل کھیلنے نکلے ہوں۔ اور پھر سچ مچ جنگل سے ڈاکوؤں کا وہ گروہ پکڑا گیا جو محل کا خزانہ لوُٹنے کے لئے ہی جنگل میں آ کر ٹھہرا ہُوا تھا۔

ڈاکوؤں کو باندھ کر گھوڑوں کے اوُپر لاد دِیا گیا اور پھر محل کی طرف واپسی ہوئی۔ واپسی کے سفر میں بادشاہ شرگل کی حرکتوں کو یاد کر رہا تھا۔ وہ عجیب و غریب اِشارے اور وہ بھولی بھالی اَدائیں جو ایک سچّے اور جاں باز دوست کی ہوتی ہیں۔

بادشاہ نے محسوُس کِیا کہ یہ لڑکا بے حد وفادار ہے اور یہ بہت اچھّی جاسوُسی کر سکتا ہے۔ بس پھر اُس نے شرگل کو اپنے یہاں جاسوُس کے منصب پر رکھ لیا اور اُس کی تنخواہ جاری کر دی۔ شرگل نے بڑے بڑے کام کر کے دِکھائے۔ ترقی کرتے کرتے وہ فوج کا سِپہ سالار بن گیا اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ وزیر نے اپنی لڑکی کی شادی شرگل سے کر دی۔

www.urduchannel.in

بجلی کی سہیلی

جوُلی بڑی بانکی سجیلی اور چالاک ہرن تھی۔ جنگل میں جہاں اُس کا جی چاہتا وہاں وہ بے فکری سے گھوُمتی پھرتی اور وہ جنگلی درِندوں سے ڈرتی بھی نہیں تھی۔ شیر اور بھیڑیوں کو جُل دے کر نکل جانا تو اُس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کبھی کبھار وہ دوُر دراز کے علاقوں میں بھی نکل جایا کرتی اور وہاں کی سیَر کر آیا کرتی تھی۔

ایک دفعہ کی بات ہے۔ موسم بہت اچھّا تھا۔ جوُلی ندی کی کِنارہ پکڑ کر چلی اور دوُر کے ایک علاقے میں جا نکلی۔ اچانک زور کی بارِش شروُع ہو گئی۔ اب جوُلی کو سر چھُپانے کی پڑ گئی۔ پتھریلے راستے سے لگ کر اُسے ایک پتھریلی چٹان نظر آئی۔ اُس چٹان کے ماتھے پر پتھّر کا چھجّا آگے کی طرف نکلا ہُوا تھا جو بارِش سے بچاؤ کا کام کر سکتا تھا۔ جوُلی دَوڑ کر گئی اور پتھر کے اُس چھجّے کے نیچے جا کر دَبک گئی۔

بارِش نے زور پکڑ لیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک شیر کہیں سے بھیگتا بھاگتا ہُوا وہاں آیا اور وہ بھی اُسی چٹان کے چھجّے کے نیچے آکر کھڑا ہو گیا۔ اُسے بارِش سے بچنے کی دُھن تھی اور اُس نے جوُلی کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

لیکن جوُلی سٹپٹا گئی کیوں کہ اب بھاگنے کو راستہ نہیں بچا تھا۔ راستے کے مُنہ پر شیر کھڑا ہُوا تھا۔ ایک مصیبت یہ بھی تھی کہ جس راستے سے ہو کر جوُلی یہاں تک آئی تھی، اُس پتھریلے راستے کے ایک طرف تو ندی تھی اور دوُسری طرف دَلدل سی ہو گئی تھی۔ اب اگر فرار کی گنجائش نکل بھی آتی تو اُس پتھریلے راستے کے سِوا بھاگنے کا کوئی دوُسرا راستہ نہیں تھا۔

پانی کی بوچھار اَور تیز ہوئی تو شیر پیچھے ہٹتا گیا اور آخر اُس نے جوُلی کو دیکھ لیا جو پتّھر کے نیچے اُڑسی ہوئی تھی۔ شیر نے جیسے ہی جوُلی پر حملے کا اِرادہ کِیا ویسے ہی 'تڑاخ' کی آواز کے ساتھ بجلی کڑکی اور وہ بجلی اُسی چٹان کے پاس کے ایک پیڑ پر آکر گری۔ پیڑ جل اُٹھا۔

بڑی خوف ناک آواز ہوئی تھی اور بڑے زور کا جھماکا بھی۔ بجلی کی چمک اور کڑک سے شیر تھرّا اُٹھا۔ بجلی کا حملہ شیر نے پہلی بار دیکھا تھا اور بجلی کی ایسی کڑک بھی پہلی مرتبہ سنی تھی

www.urduchannel.in

اس لئے وہ بھونچکا ہو کر رہ گیا۔ گھبراہٹ میں اُس نے جوُلی سے سوال جَڑ دِیا:

''آئیں یہ کیا... یہ کیا ہو گیا ہے؟'' خوف کے مارے شیر کی آواز کانپ رہی تھی۔

جوُلی کو تو بہانہ مِل گیا۔ 'دیکھوں' بول کر وہ جھٹ کوُد پڑی اور شیر کے پاس سے ہو کر نکل آئی۔ اُس نے جلے ہوئے درخت کی طرف دیکھا، درخت کے ساتھ ایک چیل بھی جل کر مر گئی تھی۔ بس پھر جوُلی آسمان کی طرف مُنہ کر کے چیخنے لگی:

''کیوں ری او کمینی! میَں نے تجھ سے ایسا کب کہا تھا کہ چیل کو جلا کر بھسم کر دینا۔ بد بخت، 'تو' نے چیل تو چیل، اس پیڑ کو بھی جلا کر بھسم کر ڈالا...''

ابھی جوُلی اَور بھی کچھ بڑبڑاتی مگر شیر نے اُس کی بات کاٹ دی اور پوُچھا:

'' کون، کس نے؟ کون ہے تیری؟ وہ کیوں نظر نہیں آ رہی ہے؟ اور اُس نے یہ کیا کر ڈالا ہے، آئیں؟'' شیر بجلی کے حملے سے بوکھلایا ہوا تھا؛ جو مُنہ میں آیا بولتا چلا گیا۔

''اجی راجا صاحب! وہ میری سہیلی بجلی ہے اور ہُوا کیا ہے، اب مجھ سے سُنیئے! اَبھی پَرسوں کی بات ہے، اِس چیل سے میری یوں ہی کچھ تکرار ہو گئی تھی۔ یہ چیل بھی میری

سہیلی ہی تھی بے چاری، جو اِس پیڑ کے ساتھ جَل کر بھسم ہوگئی ہے۔ بس پَرسوں کی اُس تکرار پر سے بجلی نے ایسا سمجھ لیا کہ چیل میری دُشمن ہے، اور آج اُس نے موقع پا کر چیل کو مار ڈالا، اُسے جلا کر راکھ کر دیا۔ بس یہی عادت بُری ہے اُس کی۔ میری سہیلی بجلی ہر دَم میرے دُشمنوں کو اِسی طرح جَلا کر بھسم کر دیتی ہے۔''

دُشمنوں والی بات پر شیر تھوڑا سا ٹھِٹک گیا۔

''ابھی میَں اُسے بہت پھٹکاروں گی؛ اُس نے میری پیاری چیل کو مار ڈالا ہے۔''

اِتنے میں پتھریلے راستے کے آخری سِرے پر دوُر کہیں بجلی چمکی، جوُلی اُدھر اِشارہ کر کے جھٹ شیر سے بولنے لگی:

''دیکھیے مہاراج! شرارت کرنے کے بعد وہ دوُر جا کر ہنس رہی ہے، مجھے مُنہ چِڑا رہی ہے، دانت دِکھا رہی ہے۔''

''لیکن تیری سہیلی بجلی رہتی کہاں ہے؟'' شیر کو بجلی کی پڑ گئی۔

''میَں آپ کو اُس کے گھر لے چلوں گی۔ لیکن ٹھہریے، پہلے میَں جاتی ہوں، اُسے مار کر آتی ہوں، پھر دیکھیں گے۔''

اس بہانے جوُلی وہاں سے سَرکی چلتے چلتے اُس نے خواہ مخواہ چیخنا چِلّانا شروُع کر دِیا:

''ٹھہر جا او بدمعاش، رُک جا ذرا! میَں اَبھی آتی ہوں اور تجھے مزا چکھاتی ہوں۔ توُ نے میری اِتنی اچھّی سہیلی کو مار ڈالا! اَبھی تجھے بتاتی ہوں۔''

اِس طرح بَڑبَڑاتے چیختے چِلّاتے جوُلی اُس پتھریلے راستے پر بھاگتی ہوئی چلی گئی اور شیر مُنہ تاکتا ہی رہ گیا۔ اُس نے سمجھا کہ ہرن بجلی کو مار کر واپس آئے گی' پَر جوُلی تو موت کے جبڑے سے جان چھُڑا کر بھاگی تھی؛ وہ پھر کیوں موت کے مُنہ میں واپس آنے لگی۔

www.urduchannel.in

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

مُلاّ جی اپنے آبائی مکان میں رہتے تھے۔ برسات قریب تھی اِس لئے مُلاّ جی چاہتے تھے کہ برسات لگنے سے پہلے دیواروں کی مرمّت کروالیں۔ اِس کے لئے عِمارتی مٹّی کی ضروُرت تھی۔ گاؤں کے لوگ اُس مٹّی کو 'گڑھی کی مٹّی' کہتے تھے۔ مُلاّ جی بڑے کھٹ پٹّی آدمی تھے۔ اُن کی اپنی گھوڑا گاڑی تھی، جھٹ گاڑی لے کر خود مٹّی لانے نکل کھڑے ہوئے۔

بِرنا ندّی کے کنارے 'سانبھر جیبَل' نام کا عِلاقہ تھا۔ شہر کے قِلعے کی دیوار سانبھر جیبَل تک آتی تھی جو ندی کی کِنار تک چلی جاتی تھی اور یہیں بِرنا ندّی کے تٹ پر گڑھی کی مٹّی ملتی تھی۔ گاؤں کے لوگ یہاں سے مٹّی کھود کھود کر لے جایا کرتے تھے، جس کی وجہ سے یہاں ایک غار سا بن گیا تھا۔

مُلاّ جی اُس غار میں کُدال پھاوَڑا لے کر گھس گئے۔ کُدال مار مار کر ابھی اُنھوں نے تھوڑی سی ہی مٹّی نکالی ہوگی کہ غار کی دیوار سے سونے کی اشرفیاں چھَن چھَن کرتی ہوئی

گِرنے لگیں۔اشرفیاں دیکھ کر مُلاّ جی کی آنکھیں حیَرت سے پھٹ پڑیں؛ اُن کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

اب ملاّ جی گھمیلی میں اشرفیاں بھر بھر کر غار سے باہر لے جاتے اور وہ اشرفیاں اپنی گھوڑا گاڑی میں اُنڈیلتے جاتے۔ساتھ ہی وہ ہِرن کے جیسا چوکنّا ہو کر اِدھر اُدھر دیکھتے بھی جاتے تھے کہ کوئی 'اُلّو' کا پٹھّا اِدھر نہ آ نکلے اور بے وقت کی خیر خیریت پوُچھنے نہ لگ جائے۔

اُن کی گاڑی اشرفیوں سے بھر گئی تو اشرفیاں بھی نکلنی بند ہو گئیں۔اب مُلاّ جی نے ندی کے کنارے سے گھاس کاٹ کاٹ کر اشرفیوں پر ڈال دی۔پھر گاڑی پر بچھے ہوئے ٹاٹ کے چاروں کونے اِکٹھّا کر کے باندھ دِیے۔اِس طرح خزانے کا مُنہ بند کر دِیا اور دِل میں بولے:'اب اگر کسی 'اُلّو' کے پٹھّے نے دیکھ بھی لیا تو اُسے صرف گھاس دِکھائی دے گی اور اشرفیوں کا گمان بالکل نہ ہوگا'...

اشرفیاں چھُپانے کے لئے مُلاّ جی نے اِتنے سارے جتن کِیے پھر بھی ایک ناگہانی ہو ہی گئی۔ہُوا یہ کہ آدھی رات کے وقت مُلاّ جی چُپکے سے اُٹھے اور اشرفیوں سے بھرے ہوئے

www.urduchannel.in

تھیلے اپنے گھر کے صندوُق میں رکھنے جا رہے تھے۔پلٹ کر دیکھا تو اُن کی بیگم سامنے کھڑی تھیں۔اِدھر بیگم کی نظر اشرفیوں پر پڑی، اُدھر مُلاّ جی سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور کُڑھ کر بولے:

'اب تو مارے گئے، جس بات کا ڈر تھا وہی بات ہو گئی۔اب تو اشرفیوں کا راز گاؤں بھر کو معلوُم ہونا ہی ہے۔اے مولا، توُ ہی بچانے والا ہے'۔

اس کے بعد دو چار ہی دِن ہوئے ہوں گے؛ مُلاّ کے دوستوں اور اُن کے پڑوسیوں میں چرچا ہو گیا کہ 'مُلاّ جی نے کہیں بڑا ہاتھ مارا ہے اور بہت بڑا خزانہ لوُٹ کر لائے ہیں'۔ مُلاّ جی کو یقین تھا کہ گھر کے بھیدی نے لنکا ڈھائی ہے اور یہ فِتنہ بیگم کا ہی پھیلایا ہُوا ہے۔

اب مُلاّ جی کی جان پتّے پر تھی۔نہ دِن کو چیَن تھا نہ رات کو آرام۔ہر دَم یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ حکومت کے کارِندے آتے ہوں گے... آئیں گے، ہمارے گھر پر چھاپا ماریں گے اور سارا خزانہ لے کر چلے جائیں گے۔

اُس وقت مُلک میں سنگریز بادشاہ کی حکومت تھی۔لوگ سنگریز سے ناراض تھے اور حال یہ تھا کہ سنگریز کو دھوکا دینے والا 'مجاہد' کہلاتا تھا یعنی 'بہت بڑا بہادُر'۔مُلاّ سوچتے تھے کہ سنگریز کے سِپاہیوں کو تو میَں کسی طرح بہلا پھُسلا کر ٹرخا دوُں گا لیکن اگر ڈاکوؤں نے ہمارے گھر پر ہلّہ بول دِیا تب کیا کریں گے۔رات دِن بس یہی سب سوچتے رہتے تھے۔آخر سوچتے سوچتے اُنھیں ایک ترکیب سوُجھی۔

دوُسرے دِن اپنی گھوڑا گاڑی لے کر مُلاّ پھر اُسی بِرنا ندّی پر پہنچے۔اُنھوں نے دیکھا کہ خانہ بدوشوں کے بہت سے بچّے ندی کی ریت پر کھیل رہے ہیں۔مُلاّ نے اُن بچّوں کو پاس بُلایا اور اُنھیں مٹھائی کھانے کے لئے پیسے دِیے۔پھر اُن بچّوں کو اِکٹھّا کر کے بِٹھایا اور کچھ سمجھانے لگے۔ندی کی ریت میں اشرفی کی شکل کے اِکّا دُکّا چپٹے پتھّر نظر آ رہے تھے۔

مُلّا نے وہ چپٹے پتّھر چُن کر اُٹھا لیے اور اُن بچّوں کو دِکھائے پھر اُن سے کہنے لگے:

’’اِس طرح کے چھوٹے چھوٹے چپٹے پتّھر ندی کی ریت میں مِلتے ہیں۔ ایسے پتّھر ریت میں سے چُن چُن کر لاتے جاؤ اور میری گاڑی میں رکھتے جاؤ۔ اِس طرح کے چپٹے پتّھروں سے اگر تم میری گاڑی بھر دیتے ہو تو مَیں تمھیں بہت سے پیسے اِنعام میں دوں گا اور تم خوش ہو جاؤ گے؛ اِتنے پیسے دوں گا کہ تم ناچنے لگو گے۔‘‘

خانہ بدوشوں کے وہ بچّے بغیر سوچے سمجھے کام پر لگ گئے اور شام ہونے سے پہلے پہلے اُن بچّوں نے مُلّا جی کی گاڑی میں ایسے پتّھر لا لا کر بھر دِیے جو اشرفی کے جیسے چپٹے تھے۔ مُلّا جی نے وعدے کے مطابق اُن بچّوں کو اِنعام کی رقم دے دی اور گاڑی لے کر گھر کی طرف چل دیے راستے میں رُک کر مُلّا نے اُن پتّھروں کو چھپانے کا سامان اُسی طرح کِیا جس طرح اُس سے پہلے اشرفیوں کو چھپانے کا اِنتظام کِیا تھا۔

اُس رات پھر مُلّا جی خاموشی سے اُٹھے۔ دیکھا کہ بیگم خرّاٹے بھر رہی ہیں۔ اُنھوں نے صندوق میں سے اشرفیوں کے تھیلے نکال لیے اور اُن کی جگہ پتّھروں سے بھرے ہوئے

www.urduchannel.in

تھیلے رکھ دِیے... دوسرے دِن مُلّا جی کی بیگم پوچھ رہی تھیں:

’’اگر ڈاکوؤں کو اشرفیوں کا پتہ چل گیا اور اُنھوں نے اپنے یہاں آ کر ڈاکہ ڈالا تو؟ ...تم تو سوداگری کو چلے جاتے ہو، پھر مَیں...آئیں؟‘‘...

مُلّا دانت پیس کر دل ہی دل میں بولے...’اب سدھ ہوئی ہے فتنہ پھیلانے، لنکا ڈھانے کے بعد؟‘...مگر پھر بڑی نرمی سے بیگم کو سمجھانے لگ گئے:

’’ہاں بیگم! یہ تو تم نے بڑے کام کی بات پوچھ ڈالی۔ تو سُنو! مَیں جب حاضر رہا تو اُن ڈاکوؤں سے نپٹ ہی لوں گا۔ لیکن اگر مَیں گھر پر نہیں رہا اُس وقت اگر ڈاکو گھر میں گھس آئے تو تم آنکھیں موند لینا اور چُپ چاپ پڑی رہنا، اپنی جگہ سے مت ہلنا ورنہ وہ ڈاکو تم سے تمھاری ماں کے گھر کا پتہ پوچھیں گے اور پھر وہاں بھی ڈاکہ ڈالیں گے۔ سمجھ گئیں؟‘‘

’’نہیں نہیں، مَیں ہرگز میری ماں کا گھر نہیں بتلاؤں گی۔ مَیں آنکھیں موند لوں گی اور چُپ چاپ پڑی رہوں گی۔‘‘

دوسرے دِن دوپہر بعد مُلّا نے اپنا سفری صندوقچہ ساتھ لیا اور سوداگری کا بہانہ کر کے گھر سے نکلے۔ پہلے تو وہ بازار میں پہنچے۔ بازار سے اُنھوں نے الّم غلّم قِسم کی کچھ چیزیں خریدیں اور وہ چیزیں لے کر ندی کے اُس پار پہنچے جہاں سے جنگل کا عِلاقہ لگ جاتا تھا۔

شام تک کا وقت تو مُلّا جی نے جنگل میں یوں ہی گزارا۔ پھر جنگل میں اُس جگہ تشریف لے گئے جہاں پانی کا چشمہ بہتا تھا۔ چشمے کے کنارے کی کالی مٹّی مَل مَل کر اپنے ہاتھ پیر اور مُنہ کالے کر لیے۔ پھر صندوقچے میں سے کالی مونچھیں نکال کر اپنے کالے مُنہ پر چپکا لیں۔ اُس کے بعد صندوقچے میں سے ڈاکوؤں کے جیسا لِباس نکالا اور پہن لیا جو بازار سے خریدا تھا، پھر ڈاکوؤں کے جیسا ہی کمر بند اور ٹوپا بھی پہن لیا۔

ڈاکوؤں کا سا بھیس بدل لینے کے بعد مُلّا جی اصلی ڈاکوؤں کی تلاش میں نکلے۔

اِتّفاق کی بات کہ قریب ہی کہیں چار چور اُسی جنگل میں چھُپے بیٹھے تھے۔ مُلّا جی چھُپ چھُپ کر اُن چوروں کے نزدیک پہنچے۔ اُن کی باتوں پر سے مُلّا جی نے اندازہ لگا لیا کہ اناڑی چور ہیں۔ بس پھر مُلّا جی بے دھڑک اُن کے پاس جا دھمکے۔ چوُں کہ یہ خود بھی ڈاکو دِکھائی دیتے تھے اِس لئے چوروں کو کچھ زیادہ شک شبہ نہیں ہُوا۔ مُلّا جی ڈاکوؤں کے سے لب و لہجے میں اُن سے بات چیت کرنے لگے۔ اپنی لچھّے دار باتوں سے ذرا سی دیر میں مُلّا نے چوروں کا من موہ لیا۔

چار چوروں میں سے ایک نے نظر بچا کر مُلّا جی کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور چابیوں کا گچھّا نکال لیا پھر اپنے تین ساتھیوں کو چوری چوری چابی کا گچھّا دِکھا کر اِس طرح آنکھ ماری جیسے بڑا تیر مار لیا ہو۔ مُلّا جی اُس چور کی طرف پلٹے بغیر باقی کے تین چوروں سے کہنے لگے:

’’کیا فائدہ؟ چابیوں کا گچھّا کس کے گھر کا ہے، یہ بات اگر تمھیں نہیں معلوم، پھر تو وہ چابیاں نہ ہوئیں فقط لوہے کے ٹکڑے ہوئے۔‘‘

’’واقعی، بڑے بھاری ہو اُستاد! کیا بات کہی۔ پکّے گرو ہو۔‘‘ اِتنا کہہ کر چابیوں کے چور نے مُلّا جی کو چابیاں واپس کر دیں۔

’’اب مَیں تمھیں بتلاتا ہوں، یہ چابیاں کس کے گھر کی ہیں اور اُس کے گھر پر کون سا مال کہاں رکھا ہُوا ہے، لیکن ایک شرط پر۔‘‘ کہتے کہتے مُلّا رُک گئے۔

’’بولو بھئی بولو، رُک کیوں گئے؟‘‘ ایک چور نے بڑے شوق سے پوُچھا۔

’’ہاں تو سُنو! وہ ایک نو دولتیا ہے۔ کہیں سے بہت ساری اشرفیاں اُس کے ہاتھ لگ گئی ہیں۔ تب سے اُن کے یہاں اللّے تللّے ہیں، سمجھ گئے نا، اُڑ بھنبھری ساون آیا! گل چھرّے اُڑائے جا رہے ہیں۔ وہیں چلو۔ ایسا خزانہ ہاتھ آئے گا کہ زِندگی بھر عَیش کرو گے لیکن شرط یہ رہے گی کہ آدھا مال میرا رہے گا۔‘‘

چور بڑی مشکل سے آدھے آدھے پر راضی ہوئے تو مُلّا جی پھر کہنے لگے:

’’دوُسری بات یہ کہ مال تم لوگوں کو لاد کر لانا رہے گا۔ مَیں ذرا بھی بوجھ نہیں اُٹھاؤں گا۔‘‘ چوروں نے مُلّا جی کی یہ بات خوشی خوشی مان لی۔

غرض مُلّا جی نے چوروں کو شیشے میں اُتار لیا اور اپنے یہاں کے پتّھر چوری کروانے کے لئے اُنھیں ساتھ لے آئے۔ گھر تو مُلّا کا ہی تھا۔ چوروں کو صندوُق والے کمرے میں لے کر گئے اور صندوُق کا تالا کھول دِیا۔ مُلّانی نے دیکھ لیا کہ پانچ چور ہیں جو گھر میں گھس آئے ہیں۔ ٹھیرائے ہوئے منصوُبے کے مطابق اُنھوں نے جھٹ آنکھیں میچ لیں البتّہ ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھتی رہیں۔

مُلّانی نے دیکھا کہ بڑی بڑی موُنچھوں والا ایک کالا چور ہے جو باقی کے چار چوروں کو بُری طرح ڈانٹ رہا ہے جیسے وہ اُن کا سردار ہو۔ دوُسرے ہی لمحے وہ بڑی موُنچھوں

www.urduchannel.in

والا نزدیک آیا اور مُلاّنی کے سر پر جھُک کر دھیرے سے بولنے لگا:

''یہ عورت اگر جاگ رہی ہوتی تو میَں اس سے اِس کی ماں کے گھر کا پتہ پوُچھ لیتا۔ اِتنا بڑا فتنہ پھیلا کر کِتنے مزے سے سو رہی ہے لومڑی۔'' ماں کے نام پر مُلاّنی نے کَس کے آنکھیں میچ لیں لیکن چوروں میں سے ایک چور مُلاّ جی پر برَس پڑا:

''کیوُں مِیاں، یہ کیا حرکت ہے؟ اُس عورت کے پاس کیوُں گئے تم، ہائیں؟ اُس کے کان میں کیا بھنبھنا رہے تھے مِیاں؟''

''میَں نے کہا کہ یہ عورت اوچھری ہے' اِسے اصلی گھی ہضم نہیں ہوتا اور اب اِسے ڈالڈا کھانا پڑے گا۔ یہ اس کے ماتھے پر لِکھّا ہُوا ہے۔''

ماتھے کی بات سُنی تو مُلاّنی نے جھٹ گودڑی ماتھے تک کھینچ لی اور اُس مُنہ پھٹ چور نے پھر مُلاّ جی پر آنکھیں نکالیں:

''اِدھر اُدھر بہکنا چھوڑو مِیاں، سیدھی سادی چوری کرنا سیکھو۔'' اِتنا کہہ کر وہ چور اپنے ساتھیوں کی طرف مُڑا اور اُن سے بولنے لگا:

''جلدی کرو، کہیں یہ اُلّو' کا پَٹھّا مار نہ کِھلوا دے۔'' اِس بات پر مُلاّ جی نے لُقمہ دِیا:

''وہی تو میَں بھی کہہ رہا ہوُں کہ جلدی نکلو یہاں سے، یہ تمھارے باپ کا گھر نہیں ہے۔''

اب وہ چاروں چور پتھّروں سے بھرے تھیلوں کو اپنے کاندھوں پر لاد چُکے تھے۔ وہ چاروں مُلاّ کے گھر سے نکلے۔ مُلاّ اُن کے پیچھے اِس طرح چلنے لگے جیسے گدھے ہانک کر لے جا رہے ہوں۔ ندی پار کر کے وہ لوگ پھر اُسی جنگل میں داخل ہوئے۔ کافی دوُر چلنے کے بعد سامنے دو راستے نظر آئے۔ تب مُلاّ نے پیچھے سے ڈاکوؤں کو پُکارا اَور بڑی کڑک آواز کے

ساتھ اُس نکّڑ پر رُک جانے کا حُکم دِیا:

''بس بس، اب رُک جاؤ تم سب! یہاں مال رکھ دو۔ اشرفیوں کے دو تھیَلے میرے ہیں، دو تھیَلے تمھارے۔ آدھے آدھے کی بات ہوئی تھی، یاد ہے نا؟''

مُلاّ جی کی بات کے جواب میں وہی مُنہ زور چور بولنے لگا:

''ہاں ہاں پھر؟ محنت کرے مُرغا اور انڈا کھائے سُبحان! واہ رے وا۔ مُنہ دھو کر رکھو مِیاں۔ مال میں سے ایک دَمڑی بھی نہیں مِلے گی۔ جاؤ جاؤ اپنا رستہ لو؛ زیادہ ہوشیاری دِکھائی تو یاد رہے' ہم چار ہیں اور تم اکیلے ہو۔''

مُلاّ نے اُنھیں بُری طرح گھوُر کر دیکھا اور وہیں دوراہے پر رُک گئے لیکن ڈاکوُ نہیں رُکے اور وہ ایک راستے پر آگے بڑھتے چلے گئے۔ تب مُلاّ جی دوُسرے راستے پر چلنے لگے جو جنگل میں ہی کہیں جاتا تھا۔ پھر وہاں سے پُکار پُکار کر ڈاکوؤں کو للکارنے لگے:

''اے سُنو تم لوگ! میَں اکیلا ہوُں تو کیا ہُوا۔ میَں پھر بھی تم چاروں پر بھاری ہوں' ہِمّت ہے تو آ جاؤ، ہو جائے ابھی مُقابلہ۔'' مُلاّ جی گنواروں کی طرح خَم ٹھونک کر چوروں

www.urduchannel.in

کو للکارتے جا رہے تھے۔ اُن چوروں کے کندھوں پر بھاری بوجھ تھا؛ بھلا وہ کیوں پلٹ کر آتے؟ اِدھر مُلّا جی نے اپنی بکواس جاری رکھی:

”تم لوگوں نے مجھے پہچانا نہیں ہے۔ میرے ساتھ دھوکا دھڑلّی کرنے والے ہمیشہ مُنہ کی کھاتے آئے ہیں۔ ابھی بھی وقت ہے۔ اشرفیوں کا آدھا حِصّہ مجھے دے دو ورنہ مَیں اب بددُعا دے دوُں گا۔“

”ہاں رے ہاں، او کالے وَلی کے پٹھّے! ہاں جا دے دے۔ بددُعا دے دے۔“

اُسی مُنہ پھٹ چور نے چِلّا کر مُلّا کو بددُعا پر للکارا۔ اُس کے جواب میں مُلّا جی لڑاکے مُرغ کے جیسا کوُدکوُد کر اور گلا پھاڑ پھاڑ کر چِلّانے لگے:

”اچھّا تو پھر ہوشیار، خبردار، دیکھو، اَب مَیں بددُعا دینے جا رہا ہوُں۔ سُن لو تم چاروں! تمھاری اشرفیاں پتھّر بن جائیں گی پتھّر۔ یاد رکھنا، میری بات میں فرق نہیں پڑے گا۔ بددُعا کا پتھّر میری زبان سے نکل چُکا ہے، یعنی کہ تیر کمان سے نکل چُکا ہے۔ تمھارے نصیب میں پتھّر لِکھّا ہُوا ہے۔ تمھاری عقل پر بھی پتھّر، پتھّر، پتھّر۔ مُلّا جی اِدھر چِلّاتے رہے، ڈاکوُ اُدھر اپنی ڈگر پر آگے بڑھتے جاتے رہے۔

مُلّا جی نے جب دیکھا کہ ڈاکوُ بددُعا کی حد پار کر گئے ہیں؛ اب اُنھیں کچھ سُنائی نہیں دینے والا اور اَب چِلّا بول کر کچھ فائدہ نہیں تب وہاں سے پلٹ پڑے پھر جنگل کے اُسی چشمے پر واپس پہنچے اور نہا دھو کر حالت سُدھاری۔ اپنے کپڑے پہنے تو اِنسان نظر آنے لگے۔ اُنھوں نے اپنا سفری صندوُقچہ اُٹھایا اور اپنے گھر کی راہ لی۔ گھر پہنچتے پہنچتے صبح ہو چلی تھی۔

دوُر ہی سے مُلّا جی نے دیکھ لیا کہ اپنے گھر پر لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ اِس سے پہلے کہ کوئی اُنھیں ڈاکے کا حال سُناتا، ایک بڑے مِیاں نے مُنہ پر اُنگلی رکھ کر اِس طرح

سبھوں کو خاموش رہنے کا اِشارہ کِیا جیسے وہ مُلّا جی کو ڈاکے کے صَدمے سے بچانا چاہتے ہوں۔ بڑے مِیاں کے اِشارے پر سب خاموش ہو رہے مگر مُلّا جی کی بیگم خاموش نہیں ہوئیں بیگم کا مُنہ قینچی کی طرح چل رہا تھا:

”اچھّا بھلا مَیں کہتی تھی کہ میری ماں کے یہاں رکھوا دو مگر یہ آدمی جو مان جائے۔ آخر وہی ہُوا نا جس کا ڈر تھا۔ اب جاؤ، بیٹھ کر ٹھیکری بجاؤ۔“

مُلّا جی نے سُنا اور بھولے بن کر پوُچھنے لگے:

”کیوُں کیا بات ہے، کیوُں اِتنی چیخ پُکار مچا رکھّی ہے سویرے سویرے؟ آخر ہُوا کیا ہے؟“

”ارے ہونا کیا ہے۔ رات تمھارے یہاں مہمان آئے تھے، وہی ہم تم جِن کی بات کرتے رہے تھے۔“

”ارے تو مہمانوں کو حلوہ مانڈا کھِلانا چاہیے تھا نا!“ مُلّا جی نے سادگی سے کہا۔

”مَیں کیوُں کھِلاتی۔ تمھارے سگے سائیں آئے تھے، تم ہوتے تو کھِلاتے۔ اُن

www.urduchannel.in

میں کا وہ ایک مُسٹنڈا، بڑی بڑی مونچھوں والا موالی، مجھے لومڑی کہہ رہا تھا لکڑ بگھا کہیں کا۔''

''لومڑی کہہ دِیا تو اِتنا بُرا ماننے کی کیا بات ہے۔تم بھی تو اُسے لکڑ بگھا کہہ رہی ہو''

''ہاں پھر کیوں نہ کہوں۔وہ کلموہا لفنگا، اُن چاروں پر ایسے رُعب گس رہا تھا جیسے یہ اُس کے باپ کا گھر ہو، اور مجھے اوچھری کہہ رہا تھا خبیث۔اوچھری ہوگی اُس کی ساس ہاں۔''

''اجی بیگم! اُس کی ساس تو تمھاری ماں کے برابر ہی ہوگی، کیوں۔''اس کے بعد مُلاّنی دانت پیس کر بولنے لگی:

''ہاں اور سُنو! وہ کالا بھلوٹا، مجھے چھوڑ، میری ماں کا نام لے رہا تھا۔میں تو ڈنڈے سے اُس کا سر ہی پھاڑ کر رکھ دیتی، مگر تم نے جو کہا تھا کہ چُپ چاپ پڑی رہنا، اپنی جگہ سے مت ہلنا۔تمھارے کہنے پر میں نے غصّہ پی لیا اور اپنی ماں کا خیال کِیا ورنہ آئی لکشمی میں اُنھیں یوں کب لے جانے دیتی۔''

''ہائیں کیا کہا؟ تمھاری ماں آئی لکشمی لے گئی، میں سمجھا نہیں!'' پھر ایکا ایکی مُلاّ جی صندوق کی طرف پلٹے اور اِس طرح اُچھل پڑے جیسے بچھّو نے ڈنک مار دِیا ہو؛ مُلاّ زور سے چیخ پڑے تاکہ سارے پڑوسی سُن لیں:

''اری بیگم! یہ اشرفیوں والا صندوق خالی کیوں ہے؟ کہاں گئیں یہاں کی ساری اشرفیاں؟''

''وہی تو میں کب سے سر پھوڑ کر کہہ رہی ہوں کہ رات میں چور گھس آئے تھے اور ہماری اشرفیاں چُرا لے گئے۔'' مُلاّ کی بیگم نے بھی چیخ کر جواب دِیا۔

''یعنی کہ وہ چاروں چور؟'' بے خیالی میں مُلاّ کی زبان سے نکلا۔

''چاروں نہیں پانچوں'' بیگم نے آنکھیں تان کر کہا۔

www.urduchannel.in

''ارے ہاں ہاں، پانچوں، پانچوں۔'' مُلاّ نے بوکھلا کر کہا۔پھر جھوٹ موٹ روہانسی آواز میں چیخنے چلاّنے لگے اور محلّے والوں کو بات سُنانے لگے:

''تم لوگوں کے ہوتے ہوئے میرے گھر کی ساری دَولت لوٹ لے گئے نالٹیرے بھلا کِس کام کے ایسے پڑوسی! ہائے مولا میں لُٹ گیا، برباد ہو گیا۔میں کیا کروں...میں کیا کروں...'' کیا کروں، کیا کروں کی گردان کرتے ہوئے مُلاّ ڈگمگاتے ہوئے چلے اور دھیرے سے اپنے پلنگ پر جا کر ڈھیر ہو گئے، ایسے جیسے بے ہوش ہو رہے ہوں۔رات بھر کے جاگے ہوئے تھے، نیند پوری کرنی تھی اور لوگوں کے سوال جواب سے بچنا بھی تھا۔

اُدھر بیگم پڑوسیوں کو الگ تاؤ بتا رہی تھیں:

''اب جاؤ بھی یہاں سے! جب ڈاکے کے وقت کام نہیں آئے تو اب کاہے کو یہاں رُکے ہو۔مجھے اصلی گھی ہضم نہیں ہُوا تو کِسی کا کیا، اور اب ڈالڈا کھانا پڑے تو کِسی کا کیا۔''

بیگم کی بات پر مُلاّ جی دِل ہی دِل میں مُسکرا دِیے، اپنے حساب سے کروٹ بدل لی اُس کے بعد ملاّنی بڑبڑاتی رہیں اور ملاّ جی خرّاٹے بھرتے رہے۔

جنگل کی شہریت

فروبی بڑی شان دار بلّی تھی۔ چمکتا ہُوا صندلی بدن تھا اور اُس پر گہرے چاکلیٹی رنگ کی دھاریاں، دیکھنے میں ایسی لگتی تھی جیسے شیروں کی رانی ہو۔ بستی کے کچھ شریر بچّوں نے فروبی کو جنگل میں لا کر چھوڑ دیا تھا۔ اب فروبی چاہتی تھی کہ وہ کسی دوٗسری بستی کی طرف نکل جائے۔ اِس کے لئے وہ جنگل کی ایک پگڈنڈی پکڑ کر چل پڑی۔

چلتے چلتے اُسے پیاس لگی۔ اُس نے جنگل کے چشمے کا پانی پیا تو حیران رہ گئی۔ بستی میں اِتنا صاف اور میٹھا پانی اُسے کبھی نصیب نہیں ہُوا تھا۔ وہ وہیں چشمے کے پاس کے ایک درخت پر چڑھ کر بیٹھ گئی، یہ سوچ کر کہ ذرا جنگل کی ہَوا کھائی جائے؛ نئی بستی تلاش کرنے کی ایسی جلدی بھی کیا ہے۔

پانی پینے کے لئے جنگل کے بہت سے جانور اُس چشمے پر آتے رہے۔ فروبی نے اُس درخت پر بیٹھے بیٹھے ہرنوں کو آپس میں کُلیلیں کرتے ہوئے دیکھا، دوسرے جانوروں کی آپس کی اَٹکھیلیاں دیکھیں، طوطا، مینا، بلبل، ہُد ہُد، ہنس، مور، مُرغابی اور دوسرے پرندوں کے ہنگامے دیکھے۔

اِسی طرح چشمے پر جب پانی پینے ہاتھیوں کا ایک غول آیا تو ہاتھی سونڈ میں پانی بھر بھر کر ایک دوسرے پر پھُواریں مارنے لگے؛ اُن کی خرمستی فروبی کو بڑی بھلی محسوس ہوئی۔ ہاتھی جب وہاں سے جانے لگے تو اُن میں کا ایک ہاتھی اُس درخت کے نیچے سے ہو کر گزرا جس پر فروبی بیٹھی ہوئی تھی۔ فروبی نے پیڑ سے چھلانگ لگائی اور کوٗد کر اُس ہاتھی کی پیٹھ پر جا بیٹھی۔

www.urduchannel.in

ہاتھی نے رُک کر اپنے سر کو ایک جھٹکا دیا اور پھر چلنے لگا۔ ہاتھی کی پیٹھ پر سے فروبی نے جنگل کی بہاریں دیکھیں۔ جنگل کے کنارے کی پہاڑیاں، اُن پہاڑیوں پر لہلہاتے ہوئے درخت اور جھلمِلاتے ہوئے آبشار۔ پہاڑی چراگاہ پر مویشیوں کے ریوڑ اور اُن کی اُچھل کود: اِن بہاروں نے ایسا جادو کیا کہ اُس کا دِل جنگل کی طرف کھِنچا جاتا تھا اور اب وہ سوچ رہی تھی 'جنگل اِتنا خوش نما اور دِلربا ہوتا ہے، یہ بات تو مجھے آج ہی معلوٗم ہوئی۔ جنگل کے رہنے والے سچ مچ خوش نصیب ہوتے ہیں۔ مَیں بھی کیسی بے وقوٗف تھی جو اَب تک بستی میں

بسر کرتی رہی۔ بھلا جنگل کے آگے بستی کی کوئی اَوقات ہے! اَب تو مَیں بستی کی تلاش میں کبھی نہ جاؤں۔ بس اب مَیں نے طے کر لیا ہے کہ جنگل میں ہی رہوں گی۔'

ہاتھی چلتا جا رہا تھا۔ چلتے چلتے راستے میں شیر چیتے بھی مِلے۔ اُنھوں نے ہاتھی کی پیٹھ پر بلّی کو سوار دیکھا تو اُنھیں بڑی حیرت ہوئی۔ ان جنگلی درِندوں نے اُس وقت فروبی پر حملے کی ہمّت نہیں کی اور بس اُسے دیکھ کر رہ گئے۔ فروبی بھی اِس بات کو سمجھ رہی تھی کہ ہاتھی کی وجہ سے وہ اِن جنگلی درِندوں سے بچ گئی ہے۔

''مجھے کچھ ایسا کام کرنا ہوگا کہ جنگل کے شیر چیتے مجھ پر حملہ نہ کریں اور مجھ سے دُور ہی رہیں۔ آخر کب تک ہاتھی کے سہارے گزر بسر ہوگی۔''

ایک دفعہ کی بات ہے۔ ہاتھی جس جگہ چَر رہا تھا، فروبی وہیں قریب کے ایک پیڑ پر بیٹھی جنگل کا نظارہ کر رہی تھی۔ اُس درخت کے پاس سے ایک چیتے کا گزر ہوا۔ فروبی نے بڑی رعونت کے ساتھ چیتے کو آواز دی، ایسے جیسے چیتا اُس کا نوکر ہو:

''اے چیتے، رُک ذرا، سُن میری بات۔ بس اب رُک ہی تو جانا...''

چیتا رُک تو گیا مگر وہ بڑے غصّے میں فروبی کی طرف مُڑا۔ فروبی فوراً بولی:

''میَں نے سُنا ہے کہ تو' پانی میں تیر لیتا ہے!''

''ہاں، پانی میں تیر لیتا ہوں اور جھاڑ پر بھی چڑھ جاتا ہوں۔ تو پھر آؤں جھاڑ پر؟''

چیتے نے دھمکی بھرے لہجے میں کہا۔ چیتا اب تک درخت پر چڑھ بھی جاتا مگر وہ ہاتھی کی وجہ سے رُک گیا تھا۔ ہاتھی نے چرتے چرتے اپنی سونڈ اُٹھائی اور مُڑ کر چیتے کی طرف دیکھا۔ فروبی نے پھر اُسی طرح رعب سے پوُچھا:

''اور تو' ہَوا میں بھی اُڑ سکتا ہے؛ بول ہاں!'' بلّی نے زبردستی کی 'ہاں' کہلوانا چاہا۔

چیتے پر بڑائی کا بھوت سوار تھا، اُس نے بھی بڑی ڈھٹائی سے 'ہاں' کر دِیا:

''ہاں میَں ہَوا میں بھی اُڑ سکتا ہوں۔ تو پھر؟...''

''پھر کیا، ذرا ہَوا میں اُڑ کر مجھے بتلا۔ تو پھر میَں اپنے خاندان والوں کو بُلا کر لے آؤں، میری بات پر وہ یقین نہیں کرتے۔ آج میَں اُنھیں دِکھا دوُں گی کہ چیتا ہَوا میں کیسے اُڑتا ہے۔'' بلّی کی بات سے چیتا کچھ پریشان ہو گیا پھر بولنے لگا:

''سو تو ہے لیکن آج میَں نے ذرا زیادہ گوشت کھا لیا ہے، مجھے بدہضمی ہو گئی ہے۔

ابھی تو میَں ہَوا میں نہیں اُڑ پاؤں گا۔''

چیتے کو نرم پڑتے دیکھا تو بلّی شیر ہو گئی۔ اُس نے چیتے کو ڈانٹا اور ڈپٹ کر بولی:

''تو' نہیں اُڑ سکتا تو کیا ہُوا۔ تیرے خاندان میں اور بھی تو چیتے ہوں گے جو اُڑتے ہوں گے۔ اُن میں سے کسی کو بھی بُلا کر لے آ۔ اِدھر میَں اپنے والوں کو بُلا کر لے آتی ہوُں؛ اُنھیں اُڑتا ہُوا چیتا دیکھنے کا بڑا ارمان ہے۔ جواب دے جلدی، کیا بولتا ہے؟''

''جا کر دیکھتا ہوُں؛ میرے خاندان میں سے کون اُڑ کر بتلائے گا۔''

چیتے کی تو ہَوا نکل گئی، وہ ڈھیلی ڈھالی چال کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ درخت پر شہد کے چھتّے کا ایک سوُکھا پنجر لٹک رہا تھا جس میں شہد نہیں تھا۔ بلّی نے اُس سوُکھے چھتّے کو جھپٹ کر کھینچ لیا اور اُسے مروڑ ڈالا، اُس نے چیتے کو پھر آواز لگائی اور غرّا کر بولنے لگی:

''اور سُن! دیکھ اِدھر میری طرف! میَں نے اِس تیندوے کے بچّے کو کس طرح نچوڑ کر رکھ دِیا ہے اور اِس کا خوُن نکال کر پِیا ہے۔ ایسے ہی تو' گینڈے کو نچوڑ کر اُس کا خوُن نکال پائے گا کیا؟ جواب دے مجھے۔''

www.urduchannel.in

چیتے نے بِلّی کی اِس بات کا کوئی جواب نہیں دِیا اور وہاں سے چل دِیا۔ اُس نے جا کر اپنی پوری چیتا برادری کو تاکید کردی کہ 'جس طرف بِلّی ہو اُس طرف جانا نہیں ورنہ وہ تم سے اُڑنے کو کہے گی اور گینڈا نچوڑنے لگائے گی۔'

اِسی طرح ایک دِن فروبی آبشار کے پاس کی پہاڑی چٹان پر بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک بھیڑیا اُدھر آ نکلا۔ اُس وقت ہاتھی بِلّی کے ساتھ نہیں تھا۔ چلتے چلتے بھیڑیا للچائی ہوئی نظروں سے بِلّی کو دیکھ رہا تھا۔ بِلّی نے بھیڑیے کا اِرادہ بھانپ لیا اور دِل میں بولی 'ابھی بتاتی ہوں بدمعاش'...اور پھر اُس نے بھیڑیے کو بُری طرح پھٹکار کر اپنی طرف بُلایا:

''اِدھر آ رے او بے حَیا! تجھے کچھ معلوم بھی ہے؛ اِس میدان میں جنگل کے پُرکھوں کی قبریں ہیں اور تو' اِسی جگہ پیشاب کرتا ہے، ملیچھ کہیں کے! تیرے بھی پُرکھے اِس میدان میں جہاں تہاں گڑے ہوئے ہیں، وہ سب مجھے نظر آ رہے ہیں۔ ابھی ابھی تو' نے جس جگہ پیشاب کِیا ہے وہ تیرے دادا کے پَر دادا کے اوپر جا کر گرا ہے، چھی چھی! تو' نے جوتے کھانے والا کام کر ڈالا۔ اب جب تک اُس جگہ پیشاب کے برابر خون نہیں گرائے گا، میَں تجھے جانے نہیں دوں گی، سمجھے!''

بھیڑیا بھی نِرا گھامڑ ہی تھا۔ قبریں وَبریں اُس کی سمجھ میں آئیں یا نہیں آئیں پر اِتنا سمجھ میں آیا کہ بِلّی کے سامنے پیشاب کرنا غلط ہو گیا ہے۔ فروبی اور بھی اَگڑم بگڑم بکتی ہوئی بھیڑیے کو ڈانٹتی رہی۔ بھیڑیے نے مُسمُسی صورت بنالی اور ہمّت کر کے بِلّی سے بولنے لگا:

''میَں تو اِدھر شِکار کی تلاش میں نکلا تھا۔ کئی روز سے کچھ.....''

فروبی نے بھیڑیے کی بات کاٹ دی اور تیز لہجے میں بولی:

''ایسا؟ یعنی کہ چوری اور سینہ زوری؟ یوں کہ قبرستان میں بھی کوئی شِکار کرتا ہے!

www.urduchannel.in

کیوں رے او لفنگے۔ ابھی دوسرے بھیڑیوں کو بُلا کر بتاؤں گی تو وہی تیری تکّا بوٹی کر ڈالیں گے۔ وہ تو ٹھیک ہے؛ میَں جنگل میں سب جگہ نگرانی رکھتی ہوں ورنہ تیرے جیسے بے ڈھنگے جانور تو نہ جانے کیا کر ڈالیں۔'' اُس کے بعد فروبی بھیڑیے کو لتاڑتی ہی رہی۔

بِلّی کی ڈانٹ پھٹکار سے بھیڑیا بُری طرح سہم گیا۔ اُس نے سوچا کہ بِلّی کے سامنے رہنا ہی غلط ہے۔ آخر وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہُوا، جا کر دوسرے بھیڑیوں سے کہنے لگا:

''جنگل میں جہاں بِلّی رہے، اُس جگہ ہرگز مت جانا۔ اُسے زمین کے اندر باہر کی ساری چیزیں نظر آتی ہیں۔ وہ بڑی خطرناک بَلا ہے، چِمٹ جاتی ہے تو چھوڑتی ہی نہیں۔ بہت بُری طرح پھٹکارتی ہے، نہ جانے کیا کیا بونکتی ہے۔''

یوں ہی ایک دِن کی بات ہے۔ فروبی ندی کنارے ایک درخت پر بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک شیر اُدھر دَوڑ کر جاتا ہُوا نظر آیا۔ فروبی نے چیخ کر شیر کو آواز دی:

''اجی او جنگل کے راجا، او بھانجے صاحب! رُک جاؤ، سُنو تو سہی، اُدھر مت جاؤ، پہلے اِدھر آؤ میری طرف۔''

بلّی کی پکار پر شیر پلٹ پڑا مگر اُس نے بڑے غصّے سے بلّی کی طرف دیکھا 'یوں کہ جنگل کے راجا کو کہیں اِس طرح سے بُلاتے ہیں!'... پھر وہ غرّا کر بولا:

''کیا بات ہے، مجھے کیوں پُکارا؟ مَیں بہت ضروری کام سے چلا تھا۔''

''ہاں ہاں، ضروری کام کے سگے، پہلے میری بات سُن لو!... جدھر تم جا رہے تھے، اُدھر سرکس والے لوگ آئے ہوئے ہیں اور وہ جنگل کے جانوروں کو پکڑ رہے ہیں۔ بس یہی کہنا تھا... اب تم ضروری کام سے جاؤ چاہے فالتو' کام سے جاؤ۔''

''مگر مجھے تو سرکس والے کہیں دِکھائی نہیں دے رہے ہیں۔''

''وہاں نیچے سے کیسے دِکھائی دیں گے بھانجے! ذرا یہاں اوپر، درخت پر چڑھ کر آؤ۔ تب مَیں تمھیں دِکھلاتی ہوں... چلو آؤ جلدی، آتے کیوں نہیں۔''

''مجھے درخت پر چڑھنا نہیں آتا۔''

''ہائیں کیا کہا؟ یعنی کہ جنگل کے راجا!'' اِتنا کہتے کہتے فروبی درخت پر لڑکھڑائی اور اوپر سے لُڑھک کر نیچے کی شاخ پر آ رہی پھر سنبھل گئی اور ہنستے ہوئے بولنے لگی:

''جنگل کا راجا اور درخت پر چڑھنا نہیں آتا؟ بہت بڑی بدنامی... سچ کہو بھانجے! سچ مچ تمھیں درخت پر چڑھنا نہیں آتا یا پھر مذاق کر رہے ہو۔''

''نہیں مذاق نہیں، سچ مچ مجھے درخت پر چڑھنا نہیں آتا۔''... شیر کی بات پر فروبی پہلے تو ہنس پڑی اور پھر رازداری کے اَنداز میں بولنے لگی ایسے جیسے شیر کو بدنامی سے بچانا ہے:

''توبہ توبہ! یہ تو بڑی ٹھٹّا فضیحتی کی بات ہے کہ جنگل کے راجا کو درخت پر چڑھنا نہیں آتا۔ کوئی سُنے گا تو کیا کہے گا!''

''کوئی مجھ سے پوُچھتا ہی کب ہے۔ وہ تو کہو، ابھی بات میں بات نکلی تو مجھے بتانا پڑ

www.urduchannel.in

گیا ورنہ یہ بات تم کو بھی نہیں معلوم ہو پاتی۔'' شیر نے بھی رازداری کے اَنداز میں جواب دیا

''خیر خیر، بھانجے! اِطمینان رکھو اور میری طرف سے بے فکر رہو۔ مَیں جنگل میں کسی کو یہ بات نہیں بتلاؤں گی کہ تمھیں درخت پر چڑھنا نہیں آتا۔''

بلّی کی بات سُن کر شیر وہاں سے پلٹ پڑا اور جاتے جاتے بولنے لگا:

'' اچھّا کِیا تم نے سرکس والی بات بتلا دی۔ اب مَیں سرکس والوں کی طرف نہیں جاتا بلکہ پہاڑی بھوُل بھلیّاں کی طرف جاتا ہوں۔''

''ارے ہاں سنو بھانجے، پہاڑی بھوُل بھلیّاں کی اچھّی یاد دِلا دی تم نے! پہاڑی بھوُل بھلیّاں میں کہیں 'بھٹونگا' دِکھائی دے تو اُسے میری طرف بھیجنا تو بھلا۔ مَیں کبھی کبھی بھٹونگا مار کر کھاتی ہوں تبھی میری بھوُک مٹتی ہے ورنہ مَیں تو سدا بھوُکی ہی رہ جاؤں۔''

''اور یہ جو چوُہا وغیرہ.....؟'' شیر نے پلکیں جھپکائیں اور پوُچھا۔

''ارے یہ چوُہا وغیرہ تو صرف اَچار کا کام کرتے ہیں۔ اُن سے میرا پیٹ تھوڑے ہی بھرتا ہے۔''

''اچھّا تو یہ بھٹونگا کیسا ہوتا ہے؟'' شیر نے آنکھیں مچ مچا کر پُوچھا۔

''یُوں سمجھو کہ جس درخت پر مَیں بیٹھی ہوں، اِس سے تھوڑا اور اُونچا ہوتا ہے... گول مٹول، گینڈے کے جیسا۔ اور اُس کا وزن یہی کوئی پانچ سات ہاتھیوں کے وزن کے برابر ہوتا ہوگا۔ جلدی جاؤ اور اتنی مہربانی کرو۔ ڈھونڈ ڈھانڈ کر ایک آدھ بھٹونگا اِدھر بھیجنا ذرا میری طرف؛ میرے پیٹ میں چوہے کُود رہے ہیں۔''

شیر وہاں سے چل دِیا۔ جب وہ اپنے علاقے میں پہنچا تو اُس نے اپنے پوُرے خاندان کے شیروں کو اِکٹھّا کِیا اور اُن سے کہنے لگا:

''جنگل میں تمھیں کہیں بلّی دِکھائی دے تو اُس کے پاس مت جانا اور وہاں سے کنّی کاٹ کر نکل جایا کرنا۔ اُس سے دوُر ہی دوُر رہنا ورنہ وہ تمھیں ہلکان کر ڈالے گی۔ وہ تمھیں کام سے لگائے گی اور بھٹونگا کی تلاش میں بھیجے گی۔''

اِس طرح فروبی نے جنگلی جانوروں پر اپنی دھاک بٹھا دی اور جنگل کی شہریت حاصل کر لی۔

www.urduchannel.in

اپنے پاؤں پر کلہاڑی

بلیاں یوُں تو چالاک ہوتی ہی ہیں لیکن فروبی دوسری بلیوں سے زیادہ چالاک تھی۔ اُس نے اپنی چالاکی سے جنگلی درِندوں پر اپنی دھاک بٹھا دی تھی کہ وہ اُس سے دوُر دوُر رہتے تھے اور اُس کے پاس نہیں پھٹکتے تھے۔ اور جنگل کا سب سے بڑا جانور ہاتھی، وہ تو بلّی کا دوست ہی تھا۔ اِس طرح فروبی کے دِن اَمن چین سے گزر رہے تھے۔

وہ جنگل میں جہاں دِل چاہے، گھومتی پھرتی۔ کبھی کسی تالاب یا جھیل کے کنارے پاؤں پسار کر بیٹھی ہوئی ہے، تو کبھی کسی پہاڑی کی کگار پر سے وادی کا نظارہ کر رہی ہے۔ کبھی کسی درخت پر تو کبھی آبشار کے پاس، غرض فروبی جنگل میں نہیں بلکہ جنّت میں رہ رہی تھی۔

پھر یوُں ہُوا کہ کہیں سے ایک گینڈا اُس جنگل میں آ بسا۔ گینڈے نے جب دیکھا کہ جنگل میں فروبی کا بڑا دَبدبہ ہے اور جنگل کے شیر چیتے بھی اُس کا لحاظ کرتے ہیں تو یہ بات اُسے ایک آنکھ نہ بھائی۔ اُس نے اِس بارے میں جنگل کی لومڑی سے مشورہ کِیا:

''ہم بلّی سے بڑے جانور ہیں۔ دیکھا جائے تو جنگل میں ہماری قدر ہونی چاہیے لیکن مَیں دیکھ رہا ہوں کہ بلّی سب پر رعب کستی ہے، یہ کون سی بات ہے...''

''یہ بات تو مجھے بھی بہت دِنوں سے کھٹک رہی ہے کہ بلی کون ہوتی ہے۔'' گینڈے کی بات کاٹ کر لومڑی بولنے لگی؛ ''مَیں نے ایسا سوچا ہے کہ ہم چل کر جنگل کے راجا شیر سے ملیں اور شیر کو بلّی کی اوقات بتلا دیں۔ بس اب جنگل میں بلّی کا راج پاٹ بہت ہو چکا۔''

اُس کے بعد فروبی نے دیکھا کہ لومڑی اور گینڈا شیر کی کچھار کے آس پاس منڈلا

رہے ہیں۔فروبی اُن کی نظر دیکھ کر بھانپ گئی کہ 'دال میں کچھ کالا ہے'۔

اِتّفاق سے شیر اُن دِنوں ذرا بیمار رَہ رہا تھا۔اُس نے جانوروں سے دَوا علاج کے بارے میں مشورہ کِیا۔لومڑی وہاں موجود تھی،جھٹ بول اُٹھی:''اجی سرکار! آپ کی عملداری میں فروبی جیسی چالاک بلّی رہتی ہے،وہ تو ہرفن مولا ہے۔آپ کا علاج اُس سے بہتر کون جانتا ہوگا''...لومڑی کے کہنے پر شیر نے فروبی کو بُلا بھیجا۔

لومڑی نے تو ایسا سمجھ لیا تھا کہ 'اب بلی کی پریشانی دیکھنے جیسی ہوگی' لیکن یہ نہیں سمجھا کہ فروبی سے پنگا لے کر اُس نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار لی ہے۔اُدھر شیر کے بلاوے پر فروبی ذرا بھی پریشان نہیں ہوئی بلکہ خوش ہوئی کہ اب آئے گا کھیل کا مزہ۔چلو دیکھتے ہیں!

فروبی نے کھرل بٹّہ اور کچھ کالی پیلی جڑی بوٹیاں ساتھ لے لیں۔پھر وہ بڑے ٹھسّے سے شیر کے پاس پہنچی۔اُس وقت شیر کی بیمار پُرسی کے لئے بہت سے جانور آئے ہوئے تھے۔لومڑی صرف یہ دیکھنے آئی تھی کہ فروبی شیر کا علاج کیسے کرتی ہے۔فروبی جانوروں سے بولی:

''آپ لوگ ذرا میرے لئے جگہ کر دیں!''

www.urduchannel.in

جانور بے چارے پہلے ہی فروبی سے سہمے سہمے رہتے تھے۔مارے اَدب کے وہ اِدھر اُدھر سرک گئے اور فروبی کے لئے کافی جگہ بنادی۔پھر فروبی شیر سے کہنے لگی:

''سرکار! دَوا کا باقی سامان تو میَں لیتی آئی ہوں البتّہ اِس میں دو باتیں اور بھی ہیں

''وہ کون سی دو باتیں ہیں؟'' شیر نے دھیرے سے پوچھا لیکن فروبی نے زور سے جواب دیا تاکہ لومڑی کو سنائی دے جائے :

''اِتنی ساری دَوائیں پیس کر شہد میں مِلانی ہیں،سو تو ہوا۔اُس کے ساتھ ہی لومڑی کی دُم جلا کر اُس کا سفوف چھاننا رہے گا،پھر وہ سفوف دَوا میں مِلانا ہوگا۔دوسری بات یہ کہ گینڈے کے سینگ کا خول اگر مل جائے تو وہ دَوا آپ کو گینڈے کے سینگ میں اُنڈیل کر پینی ہوگی ورنہ دَوا کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔''

فروبی دَوا کے بارے میں اِتنا سب کہتی جاتی تھی اور ترچھی نظر سے لومڑی کی طرف دیکھتی بھی جاتی تھی۔فروبی کی بات سُن کر لومڑی بُری طرح بوکھلا اُٹھی۔وہ سوچ رہی تھی کہ 'اَب میری دُم کاٹی جائے گی اور جلائی جائے گی،بڑی تکلیف کا سامنا ہے،کیا کروں'۔

اِتنا سوچ کر وہ وہاں سے کھسکنے لگی۔دھیرے دھیرے پیچھے ہٹتی گئی۔اور پھر ایکا ایکی وہ دُم دبا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔بھاگ کر سیدھی گینڈے کے پاس پہنچی اور اُس سے کہنے لگی:

''جلدی یہاں سے بھاگ چلو ورنہ تمھارے سینگ کی اور میری دُم کی خیر نہیں ہے،پہلے یہاں سے بھاگو،باقی باتیں بعد میں بتاؤں گی۔''

غرض لومڑی اور گینڈا،جدھر اُن کے سینگ سمائے اُدھر بھاگ کھڑے ہوئے اور پھر کبھی اُس جنگل میں واپس نہیں آئے۔

اُس کے بعد فروبی پھر پہلے کی طرح جنگل میں آباد اور دِلشاد رہنے لگی۔

اَپسرا کی واپسی

پرستان کے داروغہ کی بیٹی ایک خوٗب صوٗرت پَری تھی اور اُسے سیَر وسیّاحت کا بڑا شوق تھا، چوٗں کہ وہ ماں باپ کی لاڈلی تھی اِس لئے اُس کے سیَر سپاٹے پر کوئی پابندی نہیں تھی سیَر کے لئے اُڑتے اُڑتے کبھی وہ اِس دُنیا کی طرف نکل آتی تو کبھی اُس سیّارے پر جا اُترتی، کبھی چاند پر ٹہلتی پھرتی تو کبھی زمین پر آ کر رُکتی۔ مگر تفریح کی اِن ساری جگہوں میں اُسے یہی اِنسانوں کی دُنیا بڑی بھلی لگتی۔ دُنیا میں بسنے والے کیا جانور کیا اِنسان، سبھی اُسے اچھّے لگتے تھے

ایک مرتبہ وہ اِنسانوں کی دُنیا کی سیَر کے لئے نکلی۔ وہ اوٗپر فضا میں چکّر لگا رہی تھی۔ بھولے بھالے بچّوں کی بھولی بھالی حرکتیں وہ دِل لگا کر دیکھ رہی تھی۔ اُن بچوں کو دیکھتے دیکھتے اُس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی اور وہ خیالوں کی دُنیا میں کھوگئی؛

’’یہ بچے کتنے بھلے معلوم ہوتے ہیں، وہ آپس میں کیسی کیسی اَٹکھیلیاں کرتے رہتے ہیں۔ کاش! مَیں بھی کسی اِنسان کی بچّی ہوتی اور اِس دُنیا کی زندگی کا مزہ اُٹھاتی۔‘‘

یہ سوچ کر اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اُس نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی۔

اچانک اُسے بڑے زور کا چکّر سا آیا اور آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا۔ وہ نیچے زمین کی طرف گرنے لگی۔ اُسے ایسا محسوٗس ہُوا جیسے وہ اُس کی زندگی کا آخری لمحہ ہو۔ اُس کے بعد اُسے کسی طرح کا ہوش نہیں رہا۔

اُس وقت ایک مچھیرا اور مچھیرن دریا پر مچھلی پکڑنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ اُن کی کشتی میں ایک شیر خوار بچّی ہے جو بڑی بےفکری سے انگوٗٹھا چوٗستی

www.urduchannel.in

ہوئی پڑی ہے۔ مچھیرن اُس بچّی کی صوٗرت پر غور کرنے لگی پھر وہ بےاختیار ہو کر پُکار اُٹھی:

’’ارے، یہ تو ہماری ہی بچّی ہے... ہماری اپسرا... وہ جو اپنی کشتی کے ساتھ دریا میں ڈوٗب گئی تھی... دیکھو دیکھو، یہ بالکل وہی ہے یا نہیں، اپسرا ہماری!‘‘

مچھیرے نے دیکھا تو اُس نے بھی کہا ’ارے ہاں! وہ جو دریا میں ڈوٗب گئی تھی، ہماری بچّی؛ یہ تو بالکل اُسی کی طرح ہے۔‘

’’تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟... ’یہ بالکل اُسی کی طرح ہے؟‘... نہیں، تمھاری یہ بات ٹھیک نہیں ہے... بلکہ ایسا کہو کہ یہ ہماری اپسرا ہی ہے۔‘‘

’’ہاں ہاں... تو ٹھیک کہتی ہے؛ یہ ہماری اپسرا ہی ہے... پر یہ بات کہ ’ ہماری بچّی کو ڈوٗبے ہوئے تو پندرہ سولہ سال ہو گئے ہیں۔‘‘

’’تم فضوٗل کی دِماغ ماری مت کرو۔ مَیں کہتی ہوں، یہ ہماری ہی بچّی ہے، بس ختم کرو یہ بات۔‘‘ مچھیرن غصّے میں آگئی۔

غرض مچھیرے اور مچھیرن نے اُس بچّی کو اپنی ’اپسرا‘ قرار دے لیا اور بڑے شوق

سے اُسے پالنے پوسنے لگ گئے۔ مگر وہ بے چاری اپسرا ایک مہینے میں اِتنی بڑی ہوگئی جتنی بڑی سال بھر کی بچّی ہُوا کرتی ہے۔ اِس طرح ہوتے ہوتے سال سوا سال میں وہ دس بارہ سال کی لڑکی کے برابر دِکھائی دینے لگی۔ اُس کے چلنے پھرنے کا کیا ذِکر، وہ تو دَوڑنے بھاگنے لگ گئی تھی... اور دَوڑنا بھی کیسا، گھوڑے کی رفتار کا سا دَوڑنا۔ مچھیرا اور مچھیرن اُس کی اِتنی تیز رفتار بڑھوتری دیکھ کر سخت حیَران ہوتے تھے لیکن اُس کی عجیب عجیب حرکتیں دیکھ دیکھ کر وہ خوش بھی ہُوا کرتے تھے۔ مچھیرن ہر روز اُس کی نظر اُتارا کرتی تھی۔

ایک دِن کی بات ہے۔ ماہی گیری کے لئے یہ تینوں کشتی پر سوار تھے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ دریا کے پانی پر ہنسوں کا ایک جوڑا تیَر رہا ہے۔ دونوں ہنس بے حد خوب صوُرت تھے۔ مچھیرے نے اپنی کشتی کا رُخ ہنسوں کی طرف موڑ دِیا لیکن ہنسوں نے بڑی تیز رفتاری دِکھائی اور اِن کی کشتی سے دوُر ہوتے گئے۔ اِتنے میں اپسرا نے کشتی پر سے پانی پر چھلانگ لگا دی۔ وہ دریا کے پانی پر تیزی سے دَوڑ گئی اور دَوڑتی ہوئی ہنسوں کے پاس جا پہنچی۔ ایک ہنس تو اُڑ گیا لیکن ایک ہنس اُس کے ہاتھ لگ گیا۔ اَپسرا کا ایسا کرشمہ جو دیکھا تو مچھیرا اَور مچھیرن ہکّا بکّا رہ گئے۔ وہ ایک مرتبہ پھر حیَرت میں ڈوُب گئے کہ اُن کی اَپسرا تو پانی پر بھی چلتی ہے۔

اَپسرا اُس ہنس کو لے کر اپنے گھر آ گئی اور اُسے ڈربے میں بند کر دِیا۔ ابھی وہ ڈربے کے پاس سے ہٹی بھی نہیں تھی کہ اُس نے اپنے پیچھے پَروں کی پھڑ پھڑاہٹ سُنی۔ آواز سُن کر وہ پیچھے کی طرف مُڑی۔ اُس نے دیکھا کہ دوُسرا ہنس گھر کے دالان کی دیوار پر آ کر بیَٹھ گیا ہے گویا وہ اپنا جوڑا واپس مانگ رہا ہے۔ اپسرا نے ڈربے کا پھاٹک کھول دِیا اور اُس کے جوڑے کو آزاد کر دِیا۔ پھر وہ ہنس بھی اُڑ کر دالان کی دیوار پر جا بیَٹھا۔

اُس نے پلٹ کر اَپسرا کو احسان مند نظروں سے دیکھا۔ ہنس کی آنکھوں سے آنسوُ

www.urduchannel.in

کی دو بوُند گری۔ دونوں بوُندیں زمین پر گرتے ہی موتی بن گئیں... سفید چمک دار موتی۔

اَپسرا اَب کافی بڑی ہو چلی تھی، اِس لئے مچھیرن نے ایک دِن اَپسرا کی شادی کی بات چھیڑ دی۔ وہ مچھیرے سے بات کر رہی تھی مگر اپسرا نے بات کاٹ دی:

’’نہیں ماں! میری شادی کی بات مت کرو۔‘‘ اپسرا کھِسیا کر بولی۔

’’ارے بیٹی! تیرا بیاہ کر دینا ہم پر فرض ہے اور یہ تو زمانے کی رِیت ہے۔ جب بھی کوئی اچھّا سا رِشتہ ہاتھ...‘‘ اِس پر اپسرا پھر بات کے بیچ میں بول اُٹھی:

’’ تو پھر... ہے کوئی ایسا لڑکا جو مُجھ جیسا دَوڑ کر بتائے اور میرے جیسا پانی پر چل کر دِکھائے اور گھوڑے سواری میں مُجھے ہرا سکے۔‘‘

مچھیرا اَور مچھیرن اُس کی باتوں پر سر پکڑ کر بیَٹھ گئے کیوں کہ ایسا لڑکا ملنا مشکل تھا۔

ایک دِن پڑوس کے مُلک کا شہزادہ سیَر کرتا ہُوا اپسرا کے دیس میں آ گیا۔ وہ ایک اوُنچی پہاڑی کے دامن میں ٹہل رہا تھا۔ وہ اِدھر اُدھر چل پھِر کر پہاڑی کے خدوخال کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اُسے یاد آیا کہ اِس پہاڑی کو اُس نے خواب میں دیکھا ہے۔ مگر اِس میں وہ

سُرنگ کیوں نہیں ہے جو خواب میں نظر آئی تھی۔

اُس نے پہاڑی کے دامن میں قیام کرلیا۔ رات میں جب سرد ہَوا چلنے لگی تو اُس نے آس پاس سے سوُکھی گھاس اور لکڑیاں بٹوریں پھر چقماق پتھّر کی مدد سے آگ جلائی۔

آگ جلنے پر پہاڑی کے دامن میں ایک سُرنگ نمودار ہوگئی۔ شہزادہ بے خطر اُس سُرنگ میں داخل ہوگیا۔ اندر اُسے رنگ برنگ روشنی دِکھائی دی۔ وہ آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ دریا کی ملکہ 'جل پری' نے اُسے خوش آمدید کہا، جیسا کہ اُس نے خواب میں دیکھا تھا۔

جل پری شہزادے کو اپنے محل میں لے کر گئی۔ اُسے کھانا کِھلایا اور ایک عجیب قِسم کا شربت پِلایا۔ ایسا ذائقہ دار شربت کہ شہزادے کو لگا جیسے وہ جنّت کا شربت ہو۔ جب خاطر تواضع سے فرصت ہوئی تو جل پری شہزادے سے کہنے لگی:

''دیکھو شہزادے! پرستان کے داروغہ کی بیٹی یہاں آئی ہوئی ہے اور وہ اِس علاقے میں اِنسان کی شکل میں موجوُد ہے۔ اُس نے اِنسانوں کی دُنیا میں رہنا پسند کرلیا ہے۔ اِس بات پر اُس کا باپ اُس سے سخت ناراض ہے جو پرستان کا داروغہ ہے۔ اُس نے اپنی بیٹی کی طرف سے رُخ پھیر لیا ہے مگر پرستان سے اُس کی ماں نے مُجھے سندیسہ بھیجا ہے کہ 'میَں اُس کی بیٹی کا خیال رکھوں اور ایک اچھا سا رِشتہ تلاش کر کے اُس کی شادی کردوں۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ اُس لڑکی کی کُچھ شرطیں ہیں جو کسی اِنسان کے بس کی بات نہیں۔ میَں چاہتی ہوں کہ تم اُس کی شرطیں پوُری کردو۔''

''میَں اُس کی شرطیں کیسے پوُری کرسکوں گا؟''

''تم اُس سے دَوڑ میں جیت جاؤ گے، گھوڑے سواری میں جیت جاؤ گے، اور تم پانی پر بھی دَوڑ کر اُسے دِکھادو گے۔''

www.urduchannel.in

''ملکہ صاحبہ، آپ عجیب باتیں کررہی ہیں۔''

''کُچھ عجیب باتیں نہیں ہیں یہ؛ میَں جو کہہ رہی ہوں، ایسا اِس لئے ہوگا کہ تم نے جو شربت پیا ہے اُس میں بہت سے کرشمے ہیں اور اُس کا اثر کُچھ دِنوں تک رہے گا... یہ باتیں تمھاری سمجھ میں اُس وقت آجائیں گی جس وقت تمھارا اَور اُس کا مُقابلہ ہوگا؛ یہاں سے نکلنے کے بعد۔

یہاں سے آگے بڑھو گے تو سُرخ پھوُلوں کے درختوں کا جھُنڈ مِلے گا، اُن درختوں کے بیچ اُس لڑکی کا گھر ہے، وہ مچھیرے کی لڑکی کہلاتی ہے۔''

صبح سویرے شہزادہ سفر پر نکلا اور آگے بڑھا۔ وہ لال پھوُلوں کے جھُنڈ پر جا پہنچا جہاں مچھیرے کا گھر تھا۔ وہ اپسرا کو دیکھ کر دنگ رہ گیا اور دِل میں بول اُٹھا:

'یہی لڑکی تو تھی جو مجھے خواب میں نظر آئی تھی البتّہ یہ بات ضرور ہے کہ خواب میں یہ لڑکی مجھے جل پری کے محل میں دِکھائی دی تھی، مچھیرے کے گھر پر نہیں۔'

اِس اُلجھن میں شہزادہ کچھ یوں کھو گیا کہ مچھیرا اَور مچھیرن اُس کے پاس آ کھڑے

ہوئے تھے اور اُسے سُدھ نہ تھی۔ پھر وہ چونک پڑا اَور اُس نے مچھیرے سے دَوڑ کے مُقابلے کا ذِکر چھیڑا؛ جیسی کہ جل پری کی ہدایت تھی۔

مچھیرن کو جب یہ بات معلوٗم ہُوئی کہ مُسافر پڑوس کے مُلک کا شہزادہ ہے تو اُس نے اُس کی بڑی آوٗ بھگت کی۔ وہ دِل ہی دِل میں شہزادے کے لئے جیت کی دُعا مانگنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی' اپنی اپسرا کے لئے شہزادے سے اچھّا رِشتہ بھلا کب مِلنے والا ہے!'

اپسرا اَور شہزادے میں دَوڑ کا مُقابلہ شروٗع ہُوا۔ یہاں سے بہت دوٗر پر اپسرا کی نانی کا گھر تھا یعنی مچھیرن کا مائکہ، وہاں تک دَوڑ کر جانا تھا۔ راستے میں جنگل' ندی اور پہاڑی پڑتی تھی۔ ابھی وہ دونوں جنگل میں ہی دَوڑ رہے تھے، اپسرا آگے آگے تھی اور شہزادہ پیچھے پیچھے۔ جنگل کی جھاڑیوں میں سے اچانک ایک چیتا نمودار ہُوا اَور چھلانگ لگا کر راستے پر چلا آیا۔

چیتا اپسرا کے پیچھے دَوڑنے لگا اور اُس کے قریب پہنچ گیا۔ اِس سے پہلے کہ چیتا اپسرا پر چھلانگ لگا دے، شہزادے نے اپنی رفتار بڑھائی، جی جان سے دَوڑا یہاں تک کہ وہ چیتے کے سر پر جا پہنچا۔ اپنی جان جوکھم میں ڈال کر وہ چیتے پر ٹوٗٹ پڑا۔ اب شہزادے اور چیتے کے بیچ زندگی اور موت کا کھیل شروٗع ہو گیا۔ شہزادے کے پاس خنجر بھی نہیں تھا لیکن اُس نے چیتے کو گھوٗنسوں پر رکھ لیا۔ اُس وقت شہزادہ اِس بات پر حیَران ہو گیا کہ اُس کے گھوٗنسوں میں اِتنی جان کہاں سے آ گئی۔ اُس کا گھوٗنسہ کھا کھا کر چیتا فضا میں اُچھل اُچھل پڑتا اور دوٗر جا جا کر گرتا تھا۔ لیکن چیتا بھی بڑا گھاگ تھا۔ وہ پھر پلٹ کر شہزادے پر آ پڑتا۔

اِس مار دھاڑ میں چیتے نے شہزادے کو بُری طرح زخمی کر ڈالا تھا۔ پھر ایک مرتبہ جب چیتا پلٹ کر شہزادے پر آیا تو شہزادے نے اُسے اِتنے زور کا گھوٗنسہ مارا کہ وہ اُچھل کر دوٗر کی گھنی جھاڑیوں میں جا کر گرا۔ شہزادے کو ایسا لگا جیسے اُس نے کوئی گیند جھاڑیوں میں

www.urduchannel.in

اُچھال دی ہو۔ اُس کے بعد چیتا واپس پلٹ کر نہیں آیا۔

اپسرا نے جس وقت پلٹ کر دیکھا تو شہزادے اور چیتے میں آر پار کی جنگ جاری تھی۔ وہ واپس پلٹی اور تیزی سے دَوڑ کر آئی۔ لیکن جب تک وہ شہزادے کے پاس پہنچتی، اُتنی دیر میں تو شہزادے اور چیتے کی لڑائی کا فیصلہ ہو چُکا تھا اور چیتا مات کھا کر گھنی جھاڑیوں میں گم ہو چُکا تھا۔ اپسرا نے شہزادے کو خوٗن میں لت پت دیکھا تو مُقابلہ وقابلہ سب بھوٗل گئی۔

دونوں پلٹ پڑے اور واپس مچھیرے کے گھر پر آئے۔ مچھیرے کو جڑی بوٗٹیوں کی معلوٗمات تھی؛ اُس نے شہزادے کے زخموں کی مرہم پٹّی کی۔ مچھیرا شہزادے کی تیمارداری میں رات بھر جاگتا رہا۔ شہزادہ رات بھر زخموں سے بے چیَن رہا مگر صبح ہوتے ہی وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہُوا اور واپس جانے کی اجازت چاہی۔

''ابھی تو میَں اپنے محل جاتا ہوٗں۔ میری طبیعت گھبرا رہی ہے، پھر کبھی آوٗں گا۔''

مچھیرے اور مچھیرن نے اُسے روکنا چاہا مگر وہ رُکنے کے لئے تیّار نہیں تھا۔ اپسرا دَوڑ کر گھر میں گئی اور ہنس کے آنسوٗ سے بنا ہُوا ایک موتی لا کر شہزادے کو تحفے میں دے دِیا۔

شہزادہ جب اپنے محل پہنچا تو وہاں اُسے ایک بُری خبر ملی۔ پتہ چلا کہ اِس عرصے میں بادشاہ سلامت کی آنکھوں کی رَوشنی جاتی رہی تھی اور جہاں پناہ نابینا ہو کر بیٹھے تھے۔

ہوا یوں کہ چند دِنوں پہلے بادشاہ سلامت اپنے فوج پھاٹے کے ساتھ شکار پر نکلے تھے۔ وہاں شکارگاہ پر کھانا پک رہا تھا۔ سپاہیوں نے نہ جانے کیسی لکڑیاں لاکر جلائی تھیں کہ اُس کی آگ کا دھُواں جتنے لوگوں کی آنکھ میں گیا، اُن سبھوں کی آنکھ کی رَوشنی جاتی رہی تھی۔

ایک بُری خبر اَور بھی تھی۔ وہ یہ کہ پڑوس کے دُشمن حکمراں کو جب یہ معلوم ہُوا کہ ’بازؤ کے مُلک کا بادشاہ اَندھا ہو گیا ہے اور اِس وقت شہزادہ بھی کہیں گیا ہُوا ہے، ایسا موقع پھر کب ملے گا۔‘ پڑوسی دُشمن نے اِس موقع کا فائدہ اُٹھایا اور بادشاہ کے مُلک پر حملہ کر دِیا۔

حملے کی خبر سُن کر شہزادے کی آنکھوں میں خوٗن اُتر آیا۔ شہزادہ حالاں کہ زخموں سے چوٗر تھا لیکن مُقابلے کے لئے فوراً نکل کھڑا ہُوا۔

شہزادے کا گھوڑا میدانِ جنگ کی طرف بے تحاشا دَوڑتا ہُوا چلا جا رہا تھا پھر بھی شہزادہ بے چیَن تھا؛ اُسے میدانِ جنگ میں پہنچنے کی جلدی تھی۔ جنگ کا میدان سامنے آیا تو اچانک اُس کا گھوڑا زمین سے اُچھلا اور ہَوا میں تیَرنے لگا۔ شہزادے کو بڑی حیَرت ہوئی مگر وہ اِتنا جانتا تھا کہ اُس کا گھوڑا اُسے دھوکا نہیں دے گا۔

آخر وہ جنگ کے میدان میں پہنچ گیا اور تلوار نکال لی۔ دُشمنوں کے سَر پر پہنچنے کے بعد شہزادہ چاہتا تھا کہ گھوڑا نیچے اُترے تاکہ میَں دُشمنوں پر تلوار چلاؤں، مگر اُس کا گھوڑا فِضا میں ہی تیَرتا رہا۔

پھر یہ منظر دیکھ کر شہزادہ حیَرت کے سمندر میں ڈوٗب گیا کہ اُس کی تلوار کا سایہ جس دُشمن پر پڑ جاتا تھا وہ وہیں ڈھیر ہو کر رہ جاتا تھا۔ اور دُشمن کی طرف سے پھینکے ہوئے جو تیر

www.urduchannel.in

آتے تھے وہ شہزادے کی تلوار سے ٹکرا کر پلٹ جاتے تھے؛ وہ تیر واپس پلٹ کر اُسی دُشمن کو جا لگتے تھے جس نے تیر چلایا ہوتا تھا۔

اب شہزادے کے جوش و خروش کا کیا پوُچھنا تھا! وہ ہَوا میں تیزی سے تلوار چلاتا جاتا تھا اور نیچے تلوار کے سائے تلے آنے والے دُشمن گاجر موُلی کی طرح کٹتے چلے جاتے تھے۔ اب یہ ہُوا کہ شہزادے نے جدھر دُشمن فوج کی بھیڑ دیکھی، اُدھر گھوڑا اُڑا لے گیا۔

دُشمن کے سپاہیوں نے سمجھ لیا کہ یہ کوئی بَلا ہے جو آسمان سے اُن پر نازِل ہوئی ہے۔

کچھ بھی دیر نہیں لگی اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا دُشمن کے سپاہی سَر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ شہزادہ جیت کی سوغات لے کر محل پہنچا۔ اُس وقت بادشاہ اپنی آنکھوں کا غم بھوٗل گیا اور اُس نے شہزادے کو گلے لگا لیا۔ اُس نے شہزادے کی پیٹھ تھپتھپائی اور کہنے لگا:

’’بیٹے! اب تم ہی سلطنت کا کاروبار سنبھال لو، مَیں تو اب کسی کام کا نہیں رہا۔‘‘

اِس پر شہزادے نے تسلّی دی اور بولا:

’’خدا نے چاہا تو آپ کی آنکھ کی رَوشنی واپس آ جائے گی۔ مَیں اِس کے لئے زمین

آسمان ایک کردوں گا۔''

ابھی شہزادے اور بادشاہ کے بیچ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ درباریوں کا ایک غول بادشاہ کے پاس دَر آیا۔ بغیر اجازت طلب کِیے اُنھوں نے بولنا شروع کر دِیا:

''جہاں پناہ! وہ موتی جس کی درجہ بندی کے لئے آپ نے اپنے جوہری کو دِیا تھا' اُس موتی کا پانی جوہری کی آنکھ پر پڑ گیا اور جوہری کی آنکھ کی رَوشنی واپس آ گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی جھٹ وہ پیالہ بادشاہ کے آگے کر دِیا گیا جس میں موتی تھا۔

بادشاہ نے پیالے میں سے پانی لے کر اپنی آنکھ پر مَل لیا تو بادشاہ کی ایک آنکھ کی رَوشنی واپس آ گئی اور اُسے دِکھائی دینے لگا۔ بادشاہ خوشی سے اُچھل پڑا۔ شہزادہ بھی بڑا خوش ہوا لیکن اُس نے سوال کِیا: ...'ایک ہی آنکھ کو فائدہ ہُوا ہے؟' اِس پر لوگوں نے بتایا کہ 'جوہری کی بھی ایک ہی آنکھ کھُل پائی ہے... سیدھی آنکھ۔'

بادشاہ نے کہا: ''بیٹے، شُکر کا مُقام ہے، ہم نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ قُدرت اِتنی جلدی ہم پر مہربان ہو جائے گی۔''

پھر محل والوں میں سے جتنوں کی آنکھیں خراب ہوئی تھیں، وہ سب ایک ایک کر کے آتے گئے؛ موتی کا پانی اپنی آنکھ پر لگاتے گئے اور اُن سبھوں کی سیدھی طرف کی آنکھ کو شفا ہوتی گئی۔ اِتنا بھی بہت تھا۔ محل میں خوشی کی لہر دَوڑ گئی۔ لوگ شہزادے کو احسان مند نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ بادشاہ نے پھر شہزادے سے یہی کہا کہ 'بیٹا، اب تم راج پاٹ سنبھال لو۔'

''نہیں، ابھی نہیں۔ ابّا حضوٗر! میَں اب پھر وہیں جاتا ہوٗں؛ آپ تمام لوگ جن کی ایک آنکھ کا مسئلہ رہ گیا ہے، اُس کا علاج ڈھوٗنڈ دوں گا۔''

''بیٹے! تم اب کہیں مت جاؤ... تم اگر چلے گئے''...

www.urduchannel.in

''ابّا حضوٗر! آپ خاطر جمع رکھیے۔ اب آپ کی سات پُشتوں تک کوئی دُشمن ہماری طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔''

شہزادہ پھر سفر پر نکلا۔ چلتے چلتے اُس نے وہ موتی ساتھ میں لے لیا۔ راستے میں وہی پہاڑی پڑتی تھی جس میں جل پری کی دُنیا آباد تھی۔ شہزادہ اُس پہاڑی کے نیچے جا کر پھر رُک گیا۔ رات ہوئی تو اُس نے پہلے کی طرح اُس جگہ آگ جلائی۔ پھر وہی سُرنگ ظاہر ہوئی اور جل پری نے اُسے خوش آمدید کہا۔ تھوڑی دیر میں شہزادہ اور جل پری بیٹھے باتیں کر رہے تھے

''بیٹا! جب تم زخمی حالت میں یہاں سے روانہ ہوئے تھے؛ اُس وقت اپسرا تمھاری ہمدردی میں تمھارے پیچھے پیچھے گئی تھی۔ پھر جب تم جنگ لڑ رہے تھے، اُس وقت اُس نے جنگ کا منظر دیکھا۔ اُس جنگ میں دونوں بازوٗ کے بہت سے اِنسان مارے گئے تھے۔ یہ خوٗن خرابہ اپسرا سے دیکھا نہیں گیا۔ جنگ کا منظر دیکھ کر وہ رونے لگی تھی۔ اُس نے اپنا گھوڑا اُڑایا اور آسمان کی طرف چلی گئی۔ وہ اِنسانوں کی دُنیا سے بیزار ہو کر واپس گئی ہے۔ وہ اب یہاں نہیں آئے گی۔'' جل پری اِتنا کہہ کر رُک گئی تو شہزادے نے اپنی بات رکھی:

’’میرے ابّا حضوٗر کی آنکھ کی رَوشنی ختم ہوگئی تھی۔اپسرا نے مجھے ایک موتی دِیا تھا۔ اُس موتی کے پانی سے ابّا حضوٗر کی ایک آنکھ کی رَوشنی واپس آ گئی ہے؛میَں چاہتا ہوٗں کہ اُن کی دوٗسری آنکھ کی رَوشنی بھی واپس آ جائے۔‘‘

’’اِس کے لئےتم اب پھر مچھیرے کے پاس جاؤاور اُس سے اپنا مدّعا بیان کرو۔ اِس کے ساتھ ہی میَں تمھیں ایک کام اور سونپتی ہوٗں۔سُنو! ہوٗبہوٗ اپسرا کی شکل کی ایک لڑکی میَں نے پال رکھی ہے۔اُس لڑکی کو لے جاؤ اور مچھیرے کے حوالے کر آؤ۔‘‘

جل پری نے اپنی کنیز کے ذریعے اُس لڑکی کو بُلوایا جو بالکل اپسرا کی ہم شکل تھی۔

اُسے دیکھ کر شہزادہ چونک پڑا اور دِل میں بولا:...’یہی منظر تو تھا جو میَں نے خواب میں دیکھا تھا‘...پھر شہزادے نے جل پری سے سوال کِیا:

’’ملکہ صاحبہ! یہ لڑکی کس طرح آپ کے ہاتھ آئی تھی؟‘‘ ملکہ نے کہنا شروع کِیا:

’’قریب پندرہ سولہ سال پہلے کی بات ہے۔ایک دفعہ میَں دریا کی سیَر کو نکلی تھی۔ اُس وقت میری ساتھی سہیلیوں نے مجھے ایک بچّی لا کر تھمائی جو ایک کشتی کے ساتھ دریا میں ڈوٗب رہی تھی۔ہم نے اُسے مرنے سے بچا لیا اور پال پوس کر اُسے اپنے پاس رکھا۔یہ لڑکی پری زاد تو نہیں ہے لیکن کسی پری سے کم بھی نہیں ہے۔ہم نے اِسے بہت سے علوٗم وفنوٗن سے آراستہ کِیا ہے۔جیسا جیسا وقت پڑے گا ویسے ویسے اِس کے کمالات ظاہر ہوں گے۔‘‘

’’اجی ملکہ صاحبہ! پھر تو یہ مچھیرے کی ہی لڑکی ہونی چاہیے...جس رات میَں زخموں سے چوٗر تھا،اُس رات مچھیرا میرے زخموں کی دیکھ بھال کرتا رہا تھا۔اُس وقت اِس لڑکی کے ڈوبنے کا قِصّہ اُس نے مجھے سُنایا تھا اَور وہ اُس اپسرا کے بارے میں ایک طرح کی اُلجھن میں مُبتلا رہا کرتا تھا جو واپس چلی گئی ہے۔اب اُس کی اُلجھن دوٗر ہو جائے گی۔‘‘

www.urduchannel.in

پھر شہزادے نے کشتی کے ڈوٗبنے کا واقعہ جل پری کو سُنایا جو مچھیرے نے اُسے سُنایا تھا۔شہزادے کی بات جل پری بڑی حیَرت سے سُنتی رہی پھر بولی:

’’اچھّا تو یہ مچھیرے کی ہی لڑکی ہے ...پھر بھی جب تم مچھیرے سے مِلنا تو اِس لڑکی کے بارے میں اُس کو اَکیلے میں بتلانا، مچھیرن کو سُن گُن نہ لگنے پائے۔‘‘

شہزادہ جب اپسرا کو لے کر مچھیرے کے گھر پہنچا تو رات کا وقت تھا۔گھوڑے کی آہٹ پا کر مچھیرا جاگ گیا اور اُٹھ کر باہر آیا۔شہزادے نے مچھیرے کو باہر ہی بٹھا لیا اور اُس کی اصلی بیٹی ’اپسرا‘ کو اُس کے حوالے کر دِیا۔ساتھ ہی وہ راز کی بات بھی اُس نے مچھیرے کو بتلائی اور اُس اپسرا کی واپسی کا قِصّہ بھی بیان کر دِیا جو اِنسانوں کی دُنیا سے روٗٹھ کر چلی گئی تھی۔شہزادے کی بات سُن کر مچھیرے کے دِل کو بڑا سکون محسوس ہوا۔

مچھیرے نے جل پری کا ٹھکانا معلوٗم کرنا چاہا تو شہزادہ بڑی خوٗب صوٗرتی سے اِس سوال کو ٹال گیا اور پھر باتوں باتوں میں اپنا مطلب بیان کِیا؛

’’آپ مجھ سے یہ موتی لے لیں اور اِس کی جوڑ کا دوسرا موتی مجھے دے دیں۔اُس

دوسرے موتی کے بدلے میں مَیں آپ کو بہت سازروجواہر بھی دوٗں گا۔“

”نہیں شہزادے صاحب! ہمیں زروجواہر نہیں چاہیے۔ تمھارے ذریعے میری کھوئی ہوئی بیٹی واپس آگئی ہے۔ یہی ہمارے لئے بہت بڑی دولت ہے۔ مَیں نے تو اِسے مُردہ سمجھ رکھا تھا لیکن وہ زِندہ ہے، مَیں اِس پر ہی بہت خوش ہوٗں۔ وہ دونوں موتی تم اپنے پاس رکھ سکتے ہو۔“ مچھیرا گھر میں گیا اَور اُس نے دوٗسرا موتی بھی لاکر شہزادے کو دے دِیا۔

شہزادہ موتی پاکر بہت خوش ہُوا۔ اِتنا خوش کہ اُتنی رات کو ہی واپسی کے سفر پر کمر باندھ لی؛ اُسے اپنے باپ کی دوسری آنکھ کی فکر تھی۔ مچھیرے نے پھر اُسے روکنا چاہا مگر شہزادہ اب کی مرتبہ بھی نہیں رُکا اَور واپس اپنے محل پہنچا۔ دوٗسرے موتی کا پانی بادشاہ اور اُس کے ساتھیوں نے اپنی دوٗسری آنکھ میں لگایا۔ اُن سبھوں کی دوٗسری آنکھ بھی ٹھیک ہوگئی۔

بادشاہ نے مچھیرے کی لڑکی ’اپسرا‘ سے شہزادے کا بیاہ کر دِیا اور تاج وتخت بھی اُس کے حوالے کر دِیا۔ شہزادے نے اپنے ساس سسُر کو محل میں ہی بُلوا لیا اور سب ہنسی خوشی رہنے لگے۔

www.urduchannel.in

کوائف

MDAM\Des ki wapsi.jpg not found.

مکمل نام :انصاری عبدالمجید نورالہدیٰ ی

قلمی نام : م۔ن۔انصاری

ولدیت :نورالہدیٰ ی عبداللہ والدہ :عابدہ نورالہدیٰ ی

تاریخِ پیدائش: یکم جوٗن ۱۹۵۵ء جائے پیدائش:مالیگاوٗں

پیشہ : درس وتدریس (جلگاوٗں ضلع پریشد اور مالیگاوٗں میونسپل)

تعلیم : ڈی۔ایڈ..... ساہِتیہ سُدھاکر(بی۔اے.....ہِندی)

ایوارڈ : آئیڈیل ٹیچر ایوارڈ ۲۰۰۵ء

رہائش : گھر نمبر ۳۶۹،گلی نمبر ۸، اِسلام پوٗرہ مالیگاوٗں، ضلع ناشِک، مہاراشٹر، اِنڈیا

صحافتی کام :ع۔ن۔اجنبی کے قلمی نام سے...مضامین، کہانی وغیرہ

مشغولیات :بچّوں کا اَدب تخلیق کرنا، مصوّری، سیَر وتفریح (سیّاحت)

اَدب کا مطالعہ، اَدبی وحسابی معمّے، اَدبی محفلوں میں شرکت

اعزاز : ایس ایس اے کی طرف سے ری سورس پرسن کا منصب اور معلمین کی رہنمائی، اَدبی وتعلیمی کانفرنسوں میں شرکت ’قومی کونسل، دہلی‘ کی مالی معاونت سے کہانی کی کِتاب (چاندنی تیرا نام رہے: بچوں کی کہانیوں کا مجموعہ)

زیرِ ترتیب کتابیں: دیووٗں کے کارنامے (ایک مکمل ناول)، بنجارَن کا سپنا (بچوں کی کہانیوں کا مجموعہ) اور اَفسانوں کا ایک مجموعہ

فون نمبر: 9028131737